تعمیرِ حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

موسم حج کی تکمیل

حج کا موسم ختم نہیں ہوا اس کی تکمیل ہوئی ہے، اس سے پہلے رمضان کا مہینہ گزرا تھا، اس کے مکمل ہونے کے بعد حج کا موسم شروع ہوگیا، ۲۹ یا ۳۰ شعبان کو ادھر چاند غروب ہوا، ادھر مسلمان گھرانوں کے گھر کی فضا بدل گئی، ادھر تراویح شروع ہوئی ادھر تہجد کی تیاریاں ہونے لگیں، نغمۂ سحر گاہی کے ساتھ ذکر و فکر صبح گاہی کا سلسلہ قائم ہوگیا اور جیسے ہی یہ دن ختم ہوئے عید الفطر کی نمازیں اور فطروں کی تقسیم شروع ہوگئی، ان دونوں کے درمیان عید الفطر کا شکرانہ بھی آگیا، سامنے کی دیکھی ہوئی بات جس میں نہ کوئی فلسفہ ہے اور نہ مضمون کہ مسلمانوں کی مسرتوں کی خصوصیت یہ ہے کہ عبادتوں میں اضافہ ہوا، عرفات میں پیش قدمی ہے، روزانہ پانچ وقت نمازیں ہیں، عید، بقرعید میں نمازیں چھ وقت کی ہوجاتیں ہیں، دو سجدے زائد کر لیے عید ہوگئی، اتنا جچا تلا اور کانٹوں کا تلا نظام کہ عقل انسانی صدیوں ٹھوکریں کھانے بعد بھی نہ پہنچ سکی، آپ کو حکم ملا کہ مسجدوں میں نماز پڑھیے، جمعہ آئے تو شہر کی بڑی مسجدوں میں جائیے، عید آئے تو شہر کے پورے لوگ عید گاہ میں جمع ہوجائیں اور جب حج آئے تو ساری دنیا کے مسلمان عرفات میں سر برہنہ، دو چادروں میں لپٹے ہوئے، اوپر کی طرف ہاتھ پھیلائے دعا کرتے نظر آئیں گے، تو اجتماعیت محلّہ سے شروع ہوئی اور عرفات میں اس کی تکمیل ہوئی اور اس کے بعد، ان چھوٹے چھوٹے اجتماعات کا حق ادا کرنے کے بعد جب وہ وقت آئے گا جہاں عظمت و جلال ہر نفس کو اپنی ذات کی طرف متوجہ کرے گا، یہ بیش بہا ترتیب یا تدریجی ارتقا، دنیا کے کسی مذہب میں موجود نہیں ہے اور نہ اتنی سچی بات کسی ہیرو ہی نے کہی اور نہ مانے ہوئے حکیم و دانا نے زبان سے نکالی۔

حج کے موسم پھر آئیں گے اور عرفات کا میدان پھر آنسوؤں سے سیراب ہوتا رہے گا، یہ مانا کہ ہم نہ ہوں گے، لیکن ہماری نسلیں ہوں گی اور پھر آج تک انہی کی نسلیں ہیں جو ڈیڑھ ہزار سال پہلے سے عمل پیرا ہیں۔

عبادتوں کا موسم ختم نہیں ہوا مکمل ہوا ہے، ختم ہونے کا مطلب تو یہ ہے کہ ناپید ہوگیا اب اس کا وجود دکھائی نہیں دے گا، لیکن مکمل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایک چیز مکمل ہوگئی۔

مولانا عبداللہ عباس ندوی

سالانہ زرِ تعاون -/250

۲۵ نومبر ۲۰۱۱ء

اس شمارہ کی قیمت -/12 ₹

پندرہ روزہ

تعمیرِ حیات

لکھنؤ

جلد نمبر ۴۹ | ۲۵ر نومبر ۲۰۱۱ء مطابق ۲۸ر ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ | شمارہ نمبر ۲

1057
18126

اِس شمارے میں

شعروادب

خدا کا کرم ہی کرم دیکھ آئے — مولانا سید محمد ثانی حسنی — ۲

اداریہ

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم — شمس الحق ندوی — ۳

راہ ہدایت

شریعت اسلامی - ایک کامل ومکمل ضابطہ حیات — حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ — ۵

زبان وادب

اکبرالہ آبادی کا عہد اوران کی شاعری — حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی — ۸

رازِ زندگی

علم دین پر شکر - شرح صدر کا ضامن — مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی — ۱۴

فقہ و فتاویٰ

سوال وجواب — مفتی محمد ظفر عالم ندوی — ۱۸

پاسبان دین وشریعت

طالب علم کے فضائل، حقوق اور آداب — خالد فیصل ندوی — ۱۹

مثالی حکمراں

زہد وقناعت کی تابندہ مثال — ادارہ — ۲۳

خبر و نظر

عالم اسلام — جاوید اختر ندوی — ۲۴

محاسن اسلام

جاپان کی نومسلمہ خولہ لکاتا — ادارہ — ۲۶

کاروان علم ودعوت

دین کی بقا اللہ تعالیٰ کے نام سے وابستہ — محمود حسن حسنی ندوی — ۲۹

اپیل

اہل خیر حضرات سے ..... — ۳۲

زیر سرپرستی

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مولانا مفتی محمد ظہور ندوی

(نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

زیر نگرانی

مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی

(ناظر عام ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر مسئول

شمس الحق ندوی

نائب مدیر

محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

◆ مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی ◆ مولانا خالد ندوی غازی پوری

◆ امین الدین شجاع الدین

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayat

Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-226007

E-mail: nadwa@sancharnet.in, Ph: (0522) 2740406

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

سالانہ زرتعاون -/250 — فی شمارہ -/12 — ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک کے لئے -/50$ الر

ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پتہ پر روانہ کریں۔ بینک سے نکلی جانے والی رقم صرف All CBS Payable Multicity Cheques قبول کریں۔ منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں۔ آپ کے خریداری نمبر کے نیچے لکھا ہے کہ آپ کا زرتعاون کب ختم ہوگا۔ لہٰذا جلد ہی زرتعاون ارسال کریں اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں۔ اگر موبائل یا فون نمبر ہو تو اپنے شہر کے کوڈ نمبر کے ساتھ لکھئے۔ (منیجر تعمیر حیات)

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے آزاد پرنٹنگ پریس، نظیر آباد، لکھنؤ سے طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ٹیگور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

FLATS AVAILABLE FOR SALE

2/3 BEDROOM FLATS

BOOKING OPEN

PROMOTED BY:
F. M. BUILDERS
& ASSOCIATES.

COMMON FACILITIES:
GYMNASIUM, COMMUNITY HALL, GAME ROOM,
100% CAR PARKING & SUFFICIENT 2 WHEELER PARKING.

CENTRALLY LOCATED AT MAHANAGAR, LUCKNOW.
CONTACT NO. : 09415109522, 09415023694

شعر وادب

خدا کا کرم ہی کرم دیکھ آئے

(ایک زائرِ حرم کے تاثرات)

مولانا سید محمد ثانی حسنیؒ

[مولانا سید محمد الحسنی مرحوم کو حج کی نعمت نصیب ہوئی، جب وہ حج سے واپس آئے تو اپنے تاثرات بیان کیے، وہ تاثرات حسب ذیل اشعار میں بیان کیے جاتے ہیں]

زہے بخت ہم بھی حرم دیکھ آئے ☆ خدا کا کرم تھا کہ ہم دیکھ آئے
خوشا کعبۂ محترم دیکھ آئے ☆ طواف اس کا ہم دم بدم دیکھ آئے
لپٹ کر اور آنکھوں سے آنسو بہا کر ☆ در کعبہ و ملتزم دیکھ آئے
مقام براہیم اور سنگ اسود ☆ انہیں دیدہ و دل بہم دیکھ آئے
صفا اور مروہ حطیم اور زمزم ☆ مطاف اور صحن حرم دیکھ آئے
کھڑے ہوکے میزاب رحمت کے نیچے ☆ گھٹا رحمت حق کی ہم دیکھ آئے
منیٰ اور مزدلفہ عرفات جا کر ☆ خدا کا کرم ہر قدم دیکھ آئے
خدا کے حضور اہل ہوش و خرد کو ☆ بچشم تر و سر بہ خم دیکھ آئے
مدینہ کی پاکیزہ گلیوں میں پھر کر ☆ مدینہ کے اہل کرم دیکھ آئے
بقیع و احد کے مقابر مشاہد ☆ انہیں جا کے با چشم نم دیکھ آئے
وہ منبر سے تا روضہ جنت کی کیاری ☆ اسے دیکھا گویا اِرم دیکھ آئے
لبوں پر درود و سلام مسلسل ☆ حضور شفیع الامم دیکھ آئے
بیاں کر نہیں سکتے کیفیت اس کی ☆ مواجہ پہ جا کر جو ہم دیکھ آئے
جسے کہتے ہیں کیف و مستی کا عالم ☆ وہ عالم خدا کی قسم دیکھ آئے

دیار حرم الغرض ہم پہونچ کر
خدا کا کرم ہی کرم دیکھ آئے

☆☆☆☆☆

اداریہ

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم

شمس الحق ندوی

اس وقت عالم اسلام اور امت مسلمہ میں اخلاقی انارکی، فساد وبگاڑ، مال ودولت اور سامان تعیش کی حد سے بڑھی ہوئی بھوک اور طلب نے جو صورت پیدا کردی ہے اور اس کو ضعف وانحطاط کے جس درجہ تک پہنچادیا ہے، اس کا واحد سبب ایمان کی کمزوری ہے، اگر ایمان طاقت ور ہوتا اور اسلامی تعلیمات واقدار سے مسلمان تہی دست نہ ہوگئے ہوتے، تو مسلمان آج ذلت ونکبت کے جس دور سے گذر رہے ہیں اور ہر کہ ومہ ان کو آنکھیں دکھا رہا ہے، اس ذلت سے ہرگز دوچار نہ ہوتے، امت مسلمہ اس برے انجام کو ایمان کی کمزوری کے سبب پہنچی ہے، اس وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی اس پر حرف بحرف صادق آرہی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ایک وقت ایسا آئے گا کہ دنیا کی ساری قومیں تم پر اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جس طرح بھوکے کھانے کی لگن پر جمع ہوجاتے ہیں، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا یہ اس وجہ سے ہوگا کہ ہم تعداد میں کم ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں، بلکہ تعداد میں تم بہت ہوگے: لیکن تم سمندر کے جھاگ کی طرح ہوگے اور تم میں وہن پیدا ہوجائے گا، صحابہؓ نے عرض کیا: اللہ کے رسولؐ! وہن کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: دنیا کی محبت اور موت کا ڈر''۔

جب انسان عیش وتنعم کا عادی ہوجائے اور اپنی ساری توانائیاں مال واسباب کے جمع کرنے میں صرف کرنے لگے اور وسائل زندگی کا ڈھیر اپنے گرد جمع کرلے، تو اس کو چھوڑ کر جان پر کھیلنا اور خدا کی راہ میں قربانی پیش کرنا، امر محال ہوجاتا ہے، یہی وہ چیز ہے، جس نے عالم اسلام کو یوروپ کے دسترخوان کا طفیلی بنا کر رکھ دیا ہے اور امت مسلمہ پوری کی پوری اس کی لپیٹ میں ہے، دین وایمان کی حفاظت کے نام پر خرچ کرنا اس پر بڑا شاق ہے، چاہے ملت کی کشتی ڈوب جائے اور آنے والی نسل کفر والحاد کا لقمۂ تر بن جائے۔

جس کو زندگی سے عشق اور موت سے نفرت ہو وہ کسی طرح کی قربانی دینے کے لئے تیار نہیں ہوسکتا، اس کا سارا جہاد اور ساری قربانی صرف الفاظ کا کھیل بن کر رہ جائے گی۔

امت مسلمہ کی قوت کا اصل سرچشمہ ایمان اور اطاعت رسول ہے، جب تک وہ اس آب حیات سے اپنے اندر قوت وتوانائی نہ پیدا کرے گی، ہر محاذ پر ناکام ونامراد ہوگی، اس کمزوری نے مسلم قوم کے سر سے رفعت وسرفرازی کا تاج اتار کر اس کو رسوائی کے قعر مذلت میں ڈھکیل دیا ہے، وہ اصل طاقت (ایمان) کا سہارا لئے بغیر اٹھنا چاہتی ہے اور قعر مذلت سے باہر آنا چاہتی ہے اور ہاتھ پاؤں مارتی ہے، مگر اس کا ہر منصوبہ تار عنکبوت ثابت ہوکر رہ جاتا ہے، جتنا کوشش کرتی ہے اتنا ہی پستی کی طرف جاتی ہے اور ذلت اس کا پیچھا کرتی ہے، یہ امت جب تعداد میں کم، مگر ایمانی قوت کی دھنی تھی، تو اس نے دنیا کے چھکے چھڑادئے تھے، اس لئے کہ ایمانی طاقت کے ساتھ خدا کی مدد ونصرت کا لشکر اس کے ساتھ تھا اور قرآن کریم نے اس خدائی مدد ونصرت کے احسان کو محفوظ کردیا کہ مسلمان اس کو پڑھ کر اپنی اصل طاقت (ایمان ویقین اور محبت رسولؐ) کو ذرا بھی کمزور نہ ہونے دیں۔

قرآن کریم ان کو یاد دلاتا ہے اور کہتا ہے: ﴿وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ (اور وہ وقت یاد کرو جب تمہاری تعداد بہت کم تھی اور تم ملک میں کمزور سمجھے جاتے تھے، تم اس وقت ڈرتے تھے کہ کہیں لوگ تم کو اچک نہ لے جائیں، پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو ٹھکانہ دیا، اپنی مددگاری سے قوت بخشی اور اچھی چیزیں دے کر رزق کا سامان مہیا کردیا تاکہ تم شکر گذار ہو)۔

قرآن کریم نے اس خدائی نصرت کو محفوظ کرکے امت مسلمہ کو یہ ضمانت دے دی کہ تم جب بھی ایمان ویقین کو حرز جاں بناؤ گے، اسلامی احکامات پر عمل پیرا ہوگے، تمہیں نصرت خداوندی حاصل ہوگی اور تم کامیاب ہوگے، طبعی ضعف وبتقاضائے بشریت کبھی کوتاہی وکمی ہو تو ہوشیار ومتنبہ کرنے کے لئے فرمایا:

﴿اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ

﴿قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ﴾ (کیا ایمان والوں کے لئے اس بات کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خدا کی نصیحت کے اور جو دین حق نازل ہوا ہے، اس کے سامنے جھک جائیں اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو ان کے قبل کتاب ملی تھی، پھر اسی حالت میں ان پر ایسا زمانہ دراز گذر گیا پھر ان کے دل سخت ہو گئے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ بہت سے آدمی ان میں کے آج کافر ہیں)۔

اب اگر امت مسلمہ اس خدائی تنبیہ پر بھی اپنے آپ کو نہیں سنبھالتی اور اپنے کو خدائی مدد و نصرت کا حقدار نہیں ثابت کرتی تو اس کی ذلت و رسوائی بڑی طاقتوں کے در پر جبیں سائی سے نہیں دور ہوگی، بلکہ اس کا وہ حال زار ہوگا جو قبل از اسلام روم و ایران کی حکومتوں میں کسانوں اور دیگر عوام الناس کا تھا، ان کو حسین خواب دکھاتے جائیں گے اور ذلت کی مار مارتے رہیں گے، جیسا کہ اس وقت ہو رہا ہے۔

موجودہ صورت حال میں جب تک مسلمانوں کے اندر رجوع و انابت کی کیفیت نہ پیدا ہوگی، کھوئی ہوئی اسلامی قدروں کو پھر سے سینے سے نہ لگایا جائے گا، مسلمان ذلیل و رسوا رہیں گے، ان کی صفوں میں انتشار و خلفشار کی فضا قائم رہے گی۔

وہ دشمن کے مقابلہ کے لئے متحد ہونے کے بجائے باہم دست و گریباں رہیں گے اور اپنے خنجر سے اپنا گریبان چاک کرتے رہیں گے اور اپنے اداروں اور تحریکوں کو محض اپنی سستی شہرت و طلب جاہ کی خاطر امت مسلمہ کا ادنیٰ خیال کئے بغیر نقصان پہنچاتے رہیں گے اور ان کو اس کا ذرا خیال نہ ہوگا کہ آنے والی نسل انھیں کن کلمات سے یاد کرے گی، امت مسلمہ اس وقت غیروں سے زیادہ ان اپنوں سے نقصان اٹھا رہی ہے، جو بک چکے ہیں اور اپنے دل و ضمیر کو نیلام کر دیا ہے، ایسے لوگ بسا اوقات نام اسلام ہی کا لیتے ہیں کہ اس کے بغیر وہ عامۃ المسلمین کو دھوکہ نہیں دے سکتے، یہ وہی لوگ ہیں جن کو حسن بصریؒ نے منافقین سے تعبیر کیا ہے اور فرمایا کہ اس طبقہ نے ہمیشہ اسلام کو نقصان پہنچایا ہے، نفاق فطرت انسان کی ایک کمزوری و بیماری ہے، اس بیماری کے پیدا ہونے کے لئے یہ بالکل ضروری نہیں ہے کہ اسلام و کفر کی دو طاقتیں میدان میں ضرور ہوں اور ان میں کشمکش جاری ہو، خالص اسلامی ملک میں بھی ایک ایسا گروہ پیدا ہو جاتا ہے، جو اسلام کو اچھی طرح ہضم نہیں کر پاتا، اس کی باطنی کیفیات، اس کے اعمال و اخلاق، اس کی اخلاقی کمزوری، اس کی مصلحت شناسی، موقع پرستی، زندگی سے تمتع و لطف اندوزی کا جذبہ، دنیاوی انہماک، آخرت فراموشی، اہل اقتدار کے سامنے روباہ مزاجی اور کمزوروں اور غریبوں پر دست درازی منافقین اولین کی یاد تازہ کرتی ہے، اس عنصر نے اسلام و مسلمانوں کو ہمیشہ نقصان پہونچایا ہے اور اس وقت امت اسی کی زخم خوردہ ہے، عامۃ المسلمین کا یہ فرض ہے کہ ایسے لوگوں کو پہچانے اور ان کے دام فریب میں پھنسنے سے اپنے آپ کو بچائے، اسی کے ساتھ عامۃ المسلمین میں پھر سے ایمان کی چنگاری کو بھڑکانے کی ضرورت ہے، ان کو باور کرانے کی ضرورت ہے کہ سب کچھ دھوکہ ہے، اگر ایمان کے تقاضے پورے نہیں ہوتے۔

ایمان صرف کلمہ لا الٰہ کے ورد کا نام نہیں ہے، بلکہ ایمان نام ہے اس کلمہ کے تقاضوں کو پورا کرنے کا، اقبالؒ نے اپنے اس شعر میں ایمان کی اسی حقیقت کا اظہار کیا ہے۔

تو عرب ہو یا عجم ہو ترا لا الہ الا
لغت غریب جب تک ترا دل نہ دے گواہی

ہم اپنے معاشرہ اور سوسائٹی میں کس طرح رہتے ہیں، اخلاق و معاملات میں حقوق کی ادائیگی اور اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں کہاں تک ایمان کے تقاضے کو پورا کرتے ہیں، اس پر غور کرنا چاہئے کہ اس کے بغیر ایمان نامکمل ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اکمل المومنین ایماناً احسنھم خلقاً" (زیادہ کامل ایمان والے مومنین وہ ہیں جن کے اخلاق سب سے اچھے ہوں)۔

لفظ اخلاق بڑے وسیع معنی رکھتا ہے، یہ گھر کی چہار دیواری، ازواج و اولاد سے لے کر دوست و احباب، باہمی معاملات، لین دین، اپنے پرائے سب پر مشتمل ہے۔

ہم اگر حقیقت پسندی کے ساتھ اپنا جائزہ لیں، تو معلوم ہوگا کہ ایمان کی یہ ہمہ گیر روح درحقیقت ہم میں سے غائب ہے اور ہم دیگر قوموں کی طرح صرف نفع و نقصان کی زبان سمجھنے کے عادی ہو گئے ہیں، عالم انسانیت اس وقت ضلالت و گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں حیران و سرگرداں ہے، اگر ہم اسلامی قدروں کا عملی نمونہ پیش کرتے تو نہ صرف خود تباہی و رسوائی سے بچتے، بلکہ پوری عالم انسانیت کے لئے روشنی کا مینار ثابت ہوتے، مگر بقول کسی دل دردمند کے ع

یک حرف کاش کیست کہ صد جا نوشتہ ایم

☆☆☆☆☆

راہ ہدایت

آخری قسط

شریعت اسلامی - ایک کامل مکمل ضابطۂ حیات

.....حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

بدعت دین کے ناقص ہونے کا اعلان اور رسول اللہ ﷺ پر الزام ہے

حقیقت یہ ہے کہ بدعت کوئی اپنی زبان سے کہے یا نہ کہے، اس بات کا اعلان اور اظہار ہوتا ہے کہ دین میں کوئی نہ کوئی کمی یا نقص تھا جس کو پورا کیا جا رہا ہے، کہیں نہ کہیں کوئی دراڑ یا رخنہ باقی رہ گیا تھا جس کو بھرا جا رہا ہے، اگر اس کا اقرار ہے کہ یہ چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہیں ہوئی، آپؐ نے اس کا مشورہ نہیں دیا، خود نہیں کیا، صحابہؓ کو اس کا موقع نہیں ملا یا خیال ہی نہیں پیدا ہوا اور نہ پیدا کرایا گیا اور پانچ سو یا ہزار برس بعد یہ بات پیدا ہوئی، تو اگر وہ چیز ضروری تھی، دین کا جزء تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا بیان کرنا اور صحابہؓ سے اس کا کرنا رہ گیا اور اگر وہ خیر و برکت اور موجب ثواب و مغفرت ہے، تو صحابہؓ (معاذ اللہ) اس سے محروم رہے اور اللہ تعالیٰ کو صحابہؓ سے زیادہ ہم سے محبت ہے اور ہمارا خیال ہے کہ ہم کو وہ بات سمجھائی اور اس کے کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

امام مالکؒ کا قول

میں یہ اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں، بلکہ مدینہ کے مشہور امام اور امت کے مشہور مقتدا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا ترجمہ کر رہا ہوں وہ فرماتے ہیں: "من ابتدع فی الاسلام بدعۃ یراھا حسنۃ فقد زعم ان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم خان الرسالۃ لان اللہ یقول: "الیوم اکملت لکم دینکم" فما لم یکن یومئذ دیناً فلا یکون الیوم دیناً"۔

ترجمہ: جس نے اسلام میں اچھی سمجھ کر کوئی بدعت ایجاد کی، تو اس نے دعویٰ کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے (معاذ اللہ) پیغام پہونچانے میں خیانت کی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا تو جو چیز اس وقت دین نہیں تھی وہ آج بھی دین نہیں ہو سکتی۔

مسلمانو! خدارا انصاف کرو کہ وہ دین جو مکمل ہو چکا، اس کی تکمیل کا اعلان ہو چکا، جس کا بارہا تجربہ ہو چکا اور دین دنیا میں کہیں اس میں کوئی کمی محسوس نہ ہوئی، صحابہؓ نے اسی دین کے ذریعے سے دنیا فتح کی، آخرت فتح کی، دنیا کی سب سے کامیاب سلطنت کی، اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی ولایت حاصل کی، بادشاہت کی، عدالت کی فتوحات کیں، سلطنتوں کا نظم و نسق کیا، ساری دنیا کا انتظام کیا اور قیامت تک کے لئے حکومت و سیاست، قانون سازی، انتظام کا سبق دے دیا اور یہ سب اسی دین، اسی شریعت کے بدولت، اسلئے کہ تم جانتے ہو کہ ان بزرگوں کے پاس سوائے اس کے کچھ نہ تھا اور آخر تک کچھ نہ تھا، اللہ تعالیٰ کے ہاں اسی سیدھے سادے دین کی بدولت وہ مرتبہ حاصل کیا کہ ان کا پیر قیامت تک ہر مسلمان کے سر پر رہے گا اور وہ اس کی عزت اور سر کا تاج ہے، ان کے گھوڑے کی ناک میں رسول ﷺ کے ساتھ میدان جہاد میں جو خاک جاتی تھی وہ بھی بڑے بڑے صلحاء سے بہتر ہے۔

جو چیز رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں دین نہیں تھی وہ کبھی دین نہیں ہو سکتی

یہاں پر امام مالکؒ نے بہت بڑی حقیقت بیان کر دی، جو ہمیشہ یاد رکھنے کے قابل ہے؛ لیکن بہت کم لوگوں کو یاد رہتی ہے کہ دین صرف دین وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دین تھا، اس وقت جو چیز دین میں شامل نہیں تھی، وہ قیامت تک دین نہیں ہو سکتی، دین ہمارے بنانے سے نہیں بنتا اس کے لئے نقل و سند کی ضرورت ہے، دین جو کچھ مقرر ہونا تھا، مقرر ہو چکا، مکمل ہو چکا، اس پر آخری مہر پڑ چکی، اس کی نکسال بند ہو چکی، اس وقت کا بنایا ہوا زیر جعلی ہوگا اور غیر مقبول۔

دین بنانا اللہ و رسول کے علاوہ کسی کا حق نہیں

بہت سے لوگ اس کو نہیں سمجھتے کہ شریعت مقرر کرنے کا حق خالص اللہ اور رسول کو (اللہ کے حکم سے ہے)، اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُم مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَن بِهِ اللَّهُ﴾ (کیا ان کے شریک ہیں جنہوں نے ان کے لیے بعض ایسی چیزیں دین بنائی ہیں جن کی اجازت اللہ تعالیٰ نے نہیں دی) اور یاد رکھو کہ بدعت "شرع ما لم یأذن بہ اللہ" ہے۔

ہر قسم کی کمی اور زیادتی دین میں اصلاح اور مداخلت ہے

یاد رکھو! ہر قسم کی کمی اور زیادتی شریعت میں ترمیم، اللہ اور رسول کو اصلاح دینا دین میں مداخلت ہے، انتہائی جرأت، سخت گستاخی اور بے تمیزی ہے تمہارے کسی کام میں اگر کوئی نااہل ترمیم یا اصلاح

کرے، تو کتنا غصہ آئے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ﴾ (اے ایمان والو! اللہ اور رسول کے آگے پیش قدمی مت کرو) (پہلے اپنی رائے مت پیش کرو) یاد رکھو ایسی چیز کو دین بنالینا جس کو اللہ اور رسول نے دین نہیں بنایا، پیش قدمی ہے۔

صرف شریعت اسلامی ہی مکمل قانون ہے

اسلام وایمان ایک احسان نہیں، بلکہ احسانات کا مجموعہ ہے، یعنی سچا اسلام عطا کیا، جانور سے انسان بنایا، اپنی پہچان اور وحدانیت عطا فرمائی، دنیا کی ہر گری پڑی چیز کی پوجا پرستش سے بچایا، زندگی کا مقصد بتایا، انجام کی فکر دی، مرشد کامل ﷺ کا دامن پکڑایا، جہنم کے عذاب اور آخرت کی حسرت سے بچایا، دنیا اور آخرت کی نعمتوں کا مستحق بنایا۔

ہمارا دعویٰ ہے اور قرآن کا دعویٰ ہے، تاریخ کا دعویٰ ہے کہ صرف اسلامی شریعت ہی اسلام کا قانون ہے، نکاح وطلاق، اس کا قانون وراثت اور قانون دیوانی اور فوجداری ہی مکمل اور عالمگیر اور قابل عمل قانون ہے، دوسرے قوانین تجربہ ہیں اور قیامت تک تجربہ رہیں گے، وہ انسانوں کے بنائے ہوئے ہیں اور انسانوں کا علم اور تجربہ ناقص ہے، اسلئے اس میں قیامت تک ترمیم اور اصلاح ہوتی رہے گی اور نئے نئے تجربات ہوں گے اور ہو رہے ہیں، جب تک کہ ان پر اتنی ہی مدت نہ گزر جائے جتنی اسلامی شریعت پر گزری، کوئی رائے قائم کرنا قبل از وقت اس کا انتظار کرنا خطرناک اور اس کو اللہ کے بنائے ہوئے قانون پر ترجیح دینا بدنصیبی اور خود کشی ہے، اسلامی ممالک اور حکومتوں نے اس قانون کو بدل کر اور دوسرے ناآزمودہ قوانین مستعار لے کر کون سا کارنامہ انجام دیا۔

مسلمانو! خدارا انصاف کرو کہ وہ دین جو مکمل ہو چکا، اس کی تکمیل کا اعلان ہو چکا، جس کا بارہا تجربہ ہو چکا اور دین دنیا میں کہیں اس میں کوئی کمی محسوس نہ ہوئی، صحابہؓ نے اسی دین کے ذریعے سے دنیا فتح کی، آخرت فتح کی، دنیا کی سب سے کامیاب سلطنت کی، اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی ولایت حاصل کی، بادشاہت کی، عدالت کی فتوحات کیں، سلطنتوں کا نظم ونسق کیا، ساری دنیا کا انتظام کیا اور قیامت تک کے لئے حکومت وسیاست، قانون سازی، انتظام کا سبق دے دیا اور یہ سب اسی دین، اسی شریعت کے بدولت، اسلئے کہ تم جانتے ہو کہ ان بزرگوں کے پاس سوائے اس کے کچھ نہ تھا اور آخر تک کچھ نہ تھا، اللہ تعالیٰ کے ہاں اسی سیدھے سادے دین کی بدولت وہ مرتبہ حاصل کیا کہ ان کا پیر قیامت تک ہر مسلمان کے سر پر رہے گا اور وہ اس کی عزت اور سر کا تاج ہے، ان کے گھوڑے کی ناک میں رسول ﷺ کے ساتھ میدان جہاد میں جو خاک جاتی تھی وہ بھی بڑے بڑے صلحاء سے بہتر ہے، (شیخ الاسلام عبداللہ بن مبارکؒ جو بڑے امام، بڑے صوفی اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کے بڑے نامور شاگرد ہیں ان سے پوچھا گیا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (جو عمر ثانی اور تقویٰ وزہد کی ایک نشانی تھے) ان کا درجہ بڑا ہے یا امیر معاویہؓ کا؟ انہوں نے فرمایا کہ: حضرت معاویہؓ کے گھوڑے کی ناک میں جو خاک جاتی تھی وہ حضرت ابن عبدالعزیزؒ سے بہتر ہے)۔

ان کی محبت ایمان ہے اور آخرت کا سرمایہ، ان کا ذکر عبادت ہے، وہ دین کیا نا کافی ہے، اس میں تم کون سا اضافہ کر لوگے اور اسی تیرہ سو برسوں میں تم نے کونسا اضافہ کر لیا، کیا چار چاند لگائے، کونسی برکات ظاہر ہوئیں، کونسی اللہ کی خاص مقبولیت حاصل ہوئی، کونسی مادی یا روحانی ترقی کی، کس قسم کی فتح حاصل ہوئی، پھر تمہیں اس پر کیوں قناعت نہیں ہوتی اور اس آزمودہ کی آزمائش کب تک ہوتی رہے گی اور کب عبرت ہوگی؟!

آپ منکر ہیں غلامی بھی نہیں ملتی ہے
سلطنت کر گئے عقبیٰ سے ڈرانے والے

﴿وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ﴾ (اور میں نے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا) حقیقی مسلمانوں پر (اور یہاں انہیں کو خطاب ہے) اللہ تعالیٰ کے بہت احسانات ہیں، ان میں سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ ایمان واسلام نصیب کیا، یہ احسان اس کا ہے ہمارا نہیں، چنانچہ ایک موقع پر فرماتا ہے: ﴿یَمُنُّوْنَ عَلَیْکَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَکُمْ بَلِ اللّٰہُ یَمُنُّ عَلَیْکُمْ اَنْ ھَدٰکُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ﴾ (الحجرات) (تم پر احسان جتاتے ہیں کہ وہ اسلام لائے، کہو بلکہ اللہ تعالیٰ تم پر احسان رکھتا ہے کہ تم کو ایمان کی ہدایت کی اگر تم سچے ہو)۔

حقیقت میں یہ خدا ہی کی دین ہے ورنہ کتنے بڑے بڑے سمجھدار، کتنے بڑے بڑے عالم، کیسے کیسے شریف ومعقول لوگ دنیا میں موجود ہیں اور ہر زمانہ میں موجود رہے جن کو یہ دولت نصیب نہیں ہوئی اور اتنی آسان بات ان کی سمجھ میں نہیں آئی،

اگر اسی پر غور کیا جائے کہ کتنے انبیاء کے آباء واجداد اور والدین اور کتنے انبیاء کی اولاد، ابراہیمؑ کے باپ آذر اور نوحؑ کا بیٹا اس سے محروم رہے، تو اس ذرہ نوازی پر شادی مرگ ہو جائے اور شکر سے سر کبھی زمین سے نہ اٹھے یا احسان خالی اعراب پر نہیں ہے، بلکہ سارے عرب پر، تمام صحابہؓ پر اور ہر سچے مسلمان پر قیامت تک ہے ؎

منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمی کنم
منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

پھر اسلام وایمان ایک احسان نہیں، بلکہ احسانات کا مجموعہ ہے، یعنی سچا اسلام عطا کیا، جانور سے انسان بنایا، اپنی پہچان اور وحدانیت عطا فرمائی، دنیا کی ہر گری پڑی چیز کی پوجا پرستش سے بچایا، زندگی کا مقصد بتایا، انجام کی فکر دی، مرشد کامل ﷺ کا دامن پکڑایا، جہنم کے عذاب اور آخرت کی حسرت سے بچایا، دنیا اور آخرت کی نعمتوں کا مستحق بنایا، چنانچہ فرماتا ہے: ﴿وَاذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ﴾ (اور یاد کرو اللہ کا احسان اپنے اوپر کہ تم دشمن تھے، تمہارے دل ملا دیئے، تو تم اس کے احسان سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے پر تھے، تو تمہیں اس سے نجات دی، اسی طرح سے اللہ بیان کرتا ہے تمہارے لئے نشانیاں تاکہ ہدایت حاصل کرو۔)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے بھرے مجمع میں فرمایا: "اما آتیتکم ضلالاً فھدا کم اللّٰہ وعالۃ فاغنا کم اللّٰہ واعداء فالف بین قلوبکم" (کیا میں تمہارے پاس اس حالت میں نہیں آیا کہ تم گمراہ تھے، اللہ نے (میری وجہ سے) تمہیں ہدایت کی، تم فقیر تھے اللہ نے غنی کیا، تم دشمن تھے اللہ نے تمہارے دل ملا دئے۔)

انہوں نے کہا: "للّٰہ ورسولہ المن والفضل" (بیشک اللہ اور رسول کا احسان اور صدقہ ہے)۔

﴿وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾ (اور تمہارے لئے پسند کر چکا اسلام کو دین تمہاری زندگی کے لئے بھی اور تمہاری موت کے لئے بھی) ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ (اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے اور نامرد مگر اس حالت میں کہ تم مسلمان ہو) اور یہ وہی وصیت ہے جو ابراہیمؑ ویعقوبؑ نے اپنی اولاد کو کی ﴿یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی لَکُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ (اے میرے بیٹو! بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے لئے خاص دین انتخاب کر چکا ہے تو نامرد مگر مسلمان)۔

یاد رکھو! مسلمان مرنے کے لئے مسلمان زندہ رہنے کی ضرورت ہے، اسلئے کہ جب موت کا کوئی وقت مقرر نہیں تو ہر وقت مسلمان رہنا چاہئے تاکہ اگر کسی وقت موت آجائے تو اسلام کی حالت میں اور اکثر یہی ہوتا ہے کہ جو جس حالت میں زندہ رہتا ہے اکثر اسی حالت میں مرتا بھی ہے، اسلئے کہ موت زندگی ہی میں آتی ہے اور مسلمان زندہ رہنے کے لئے اسلامی عقائد، اسلامی رسوم، اسلامی معاشرت، اسلامی صحبت کی ضرورت ہے: لیکن ؎

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

کیا اس حالت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جو ہمارے لیے پسند کر چکا وہ ہم بھی اپنے لیے پسند کرتے ہیں؟ یاد رکھو ﴿وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ﴾۔

☆☆☆☆☆

ایک نئی اور قابل قدر کتاب

صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ، ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ
حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کی بصیرت افروز اور چشم کشا تقریروں کا مجموعہ

"عہد حاضر اور مسلمانوں کی ذمہ داریاں"
(خطبات رابع)

جمع وترتیب: محمد کاظم ندوی
تقدیم: جناب مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی، معتمد تعلیم ندوۃ العلماء
قیمت: ۲۵۰ روپے
نوٹ: اپنے کسی قریبی مکتبہ سے طلب کریں، یا ہمیں لکھیں
پتہ: مکتبہ ایوب کاکوری، لکھنؤ، یوپی ۲۲۷۱۰۷

زبان وادب

اکبرالہ آبادی کا عہد اور ان کی شاعری

(خطبۂ صدارت مذاکرۂ علمی رابطہ ادب اسلامی، منعقدہ غازی پور)

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

الحمد للہ رب العالمین، و الصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین خاتم النبیین سیدنا محمد، و علیٰ آلہ و صحبہ الغر المیامین، و من تبعھم باحسان و دعا بدعوتھم الی یوم الدین، أما بعد:

محترم حاضرین وکرم سامعین! مجھ کو مسرت ہے کہ میں "اکبرالہ آبادی اور ان کے معاصرین کا شاعرانہ کلام" جیسے اہم موضوع پر ہونے والے اس سیمینار میں شرکت کررہا ہوں، یہ موضوع ایک خاص اہمیت رکھتا ہے، اور اس ملک میں امت اسلامیہ کے اقتدار اور سربلندی کے بعد اس کے زوال کی صورتحال کی جھلک اکبرالہ آبادی اور ان کے ہم ذوق معاصر شعراء کا کلام پیش کرتا ہے، سیمینار کا یہ موضوع کوئی محدود اور انفرادی سطح کا موضوع نہیں ہے، بلکہ یہ ایک اہم اور ٹوٹے دلوں کی آواز کی حیثیت رکھنے والا موضوع ہے، اور اس وقت کے کئی پہلوؤں کو اجاگر کرتا ہے، اس دور میں ملت کی عزت واقتدار کو جو چیلنج پیش آرہا تھا، اس کا بہتر شعور رکھنے والوں اور اس کے علاج کے لیے اپنی صلاحیتوں کو صرف کرنے والوں کی کوششیں سامنے آتی ہیں، برطانوی سامراج کے اثر سے امت کی حالت مختلف حیثیتوں سے بہت خراب ہورہی تھی، اس کا پورا اندازہ ہم لوگ آج اتنا نہیں کرسکتے جتنا کہ اس وقت تھا، کیونکہ کسی دور کے حالات کو دیکھنے سے جو اندازہ ہوتا ہے وہ سننے سے نہیں ہوتا۔

یہ موجودہ طریقے راہی ملک عدم ہوں گے
نئی تہذیب ہوگی اور نئے ساماں بہم ہوں گے
نہ خاتونوں میں رہ جائے گی یہ پردہ کی پابندی
نہ گھونگھٹ اس طرح حاجب روئے صنم ہوں گے
بدل جائے گا معیار شرافت چشم دنیا سے
زیادہ ہیں جو اپنے زعم میں وہ سب سے کم ہوں گے
عقائد پر قیامت آئے گی ترمیم ملت سے
نیا کعبہ بنے گا مغربی پتلے صنم ہوں گے
کسی کو اس تغیر کا نہ حس ہوگا نہ غم ہوگا
ہوئے جس ساز سے پیدا اسی کے زیروبم ہوں گے

اس ملک میں انگریزوں کے آنے کے بعد ملک کا نقشہ ہی بدل گیا تھا، انگریزوں نے یہاں کی حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی، اس لیے انگریزوں نے مسلمانوں کو اپنی عداوت کا اصل ہدف بنایا، وہ یہ محسوس کرتے تھے کہ جن سے حکومت چھینی جاتی ہے وہ حکومت واپس لینے کی پوری کوشش کرسکتے ہیں، لہٰذا انگریزی اقتدار نے مسلمانوں کو معنوی حیثیت سے کمزور کرنے کی کوشش کی، انسان کی معنوی حیثیت ہی اس کی اصل طاقت ہوتی ہے اور حالات کا مقابلہ اصلاً اسی کی بنیاد پر ہوتا ہے معنویت اگر انسان کی کمزور ہوجائے تو انسان میں مقابلہ کی طاقت ہی نہیں رہتی، انگریزوں نے اس بات کی اہمیت کو محسوس کیا، خاص طور سے ۱۸۵۷ء میں حصول آزادی کی جدوجہد کے ناکام ہوجانے کے بعد کا زمانہ بڑا المناک ثابت ہوا تھا، اس سے پہلے مسلمانوں کی کچھ طاقت باقی تھی، اور کم از کم ان کی طاقت کا بھرم قائم تھا، ۱۸۵۷ء کے بعد بات بالکل بدل گئی، اور انگریزوں نے یہ سمجھ لیا کہ مسلمان مقابلہ پر آسکتے ہیں اور اپنی طاقت دکھاسکتے ہیں، لہٰذا ان کو ایسا توڑ دیا جائے کہ وہ آئندہ ہمت ہی نہ کریں، جیسے انسان کے جسم میں ریڑھ کی ہڈی توڑ دی جائے تو انسان بیکار ہوجاتا ہے، اس طرح کا عمل مسلمانوں کے ساتھ کیا جائے اور کوئی دوسرا عضو کاٹ دیا جائے تو انسان کی طاقت کو اتنا نقصان نہیں پہونچتا، جو نقصان ریڑھ کی ہڈی کو توڑ دینے سے پہونچتا ہے اور کسی بھی قوم کی ریڑھ کی ہڈی اس کی معنوی طاقت ہوتی ہے، اسی سے اس کے اندر مقابلہ کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، معنویت جتنی مضبوط ہوگی اسی اعتبار سے قوم مقابلہ کرے گی۔

انگریزوں نے اس ملک پر اپنے سامراجی اقتدار کو مضبوط ومستحکم بنانے کے لیے دو ذریعوں کو استعمال کیا، ایک فوجی برتری، دوسرا ذہن سازی۔ فوجی حکمت عملی سے انہوں نے ملک کی حکومتوں پر ایک ایک کرکے قبضہ کرلیا، اور ذہن سازی کی تدابیر کے ذریعہ احساس کمتری اور شکست خوردگی کا ذہن بنایا، اس کے لیے اطلاعاتی حکمت عملی اور تعلیمی حربہ اختیار کیا، جس سے آئندہ کی مسلمان نسل ایسے ذہن وعمل کی تیار ہو، جو سامراج کی مرضی کو پورا کرے، تعلیمی وسیلہ ایسا وسیلہ ہے جو اپنے اندر تربیت کی پوری خصوصیت رکھتا ہے، تعلیم کے ذریعہ پوری ذہن سازی کی جاسکتی ہے، اور اخلاقی وثقافتی تربیت بھی انجام پاتی ہے، لہٰذا ملک کے لیے انگریزوں نے بڑی منصوبہ بندی سے نظام تعلیم وتربیت بنایا اور خاموشی کے ساتھ اس میں انہوں نے یہ ترکیب رکھی کہ مسلمان اپنے اسلامی ذہن کی قوت اور جذبہ سے محروم ہوجائیں، اور وہ یہ سمجھ لیں کہ انگریزوں کے مقابلہ میں وہ کمترین انسان ہیں، ان کی اب کامیابی انگریزوں کے تابع بن کر رہنے میں ہے، مقابلہ پر نہیں آنا ہے، اور انہیں وہی اختیار کرنا ہوگا جسے اختیار کرنے کو کہا جائے گا۔ یہ تعلیم کے ذریعہ بہت اچھے طریقہ سے کیا جاسکتا تھا اور یہ ایسا ذریعہ تھا جس سے انہیں اپنے مقاصد کے حصول میں خاطر خواہ کامیابی ملنے کی توقع تھی اور ایسا ہی ہوا۔ شاعر کہتا ہے ؎

شیخ مرحوم کا قول اب مجھے یاد آتا ہے
دل بدل جائیں گے تعلیم بدل جانے سے

ہندوستان اور مشرق وسطیٰ کے دوسرے مسلمان ملکوں پر انگریزوں کے قبضہ کرنے سے پہلے مسلمانوں اور یورپ کی عیسائی قوموں کے درمیان فوجی ٹکراؤ رہا تھا، جس کے تحت ترکی سلطنت اور یورپ کے درمیان صدیوں مقابلہ رہا تھا، اس میں یورپ نے مسلمانوں سے ہمیشہ شکست کھائی، اس کا غم وغصہ ان میں بھرا ہوا تھا، تدبیر جنگ میں ناکامی پر انہوں نے مسلمانوں کی معنویت کو تعلیم واطلاعاتی ذریعہ سے کمزور اور بے اثر کرنے کا طریقہ اختیار کیا اور یہ تدبیر انہوں نے صلیبی جنگوں میں ناکامی کا انتقام لینے کے لیے اپنائی، اس طرح انہوں نے میدانی جنگ کے ساتھ ساتھ فکری جنگ کا طریقہ اختیار کیا۔ چنانچہ انہوں نے اس میں استشراق کا ذریعہ اختیار کیا اور اس بات کی کوشش کی کہ مسلمانوں کو دین سے وابستگی کی وجہ سے جو قوت حاصل ہورہی ہے، وہ ان علمی وادبی ذہن سازی کے ذریعہ دینی علوم پر سے ان کا اعتماد ختم کردیا جائے، یا تردد وتذبذب کا ذہن بنادیا جائے، چنانچہ ان کے اصحاب علم میں سے کچھ لوگوں نے اسلامی علوم کو پڑھ کر اس میں ایسے نقائص دکھانے کی کوشش کی، جن سے مسلمانوں کو یہ احساس پیدا ہو کہ ان کا مذہب ایک فرسودہ مذہب ہے، اور یہ مذہب آج کے حالات میں ساتھ نہیں دے سکتا اور ہم اس کی روشنی میں ترقی نہیں کرسکتے۔ ان کے اہل علم اور محققین نے سیرت، حدیث اور تاریخ کا مطالعہ کیا اور ان کو اپنی تصنیفات میں نئی تحقیقات کے نام سے پیش کیا، ان میں بڑی حکمت عملی سے خامیاں دکھانے کی کوشش کی، تاکہ ان کی تحقیقات پڑھنے والوں کا اسلامی حقائق پر اعتبار کمزور ہوجائے۔ مثلاً حضور ﷺ کی سیرت پر کتاب لکھ کر ان کی بہت تعریف کی اور کارنامے گنائے، اس طرح کہ اس کو پڑھ کر مسلمان کو خوشی ہو اور مصنف کی انصاف پسندی ظاہر ہوتی ہو، لیکن ساتھ میں یہ دکھانے کی کوشش کی کہ انہوں نے یہ سب اصلاً اپنی قوم کو غربت سے نکالنے کے لیے کیا، پہلے قریش کو غربت سے نکالا، پھر اپنی پوری عرب قوم کو غربت سے نکالا اور ترقی کی راہ پر لگایا اور مالدار بنادیا اور یہ دکھایا کہ جیسے اور قوموں میں بڑے لیڈر پیدا ہوتے ہیں، اپنی قوم کو ترقی دیتے ہیں اور کامیاب بناتے ہیں، اسی طرح آپ نے بھی کیا۔

اس طرح آپ کی نبوت کے منصب کی طرف سے ذہن کو ہٹا کر محض دنیاوی کوششوں سے کام نکالنے کا تصور پیدا کرلیا کہ انسانی خصوصیت سے آپ نے یہ سب کر دکھایا یہ کوئی نبوت کا آسمانی مسئلہ نہیں، وہ اپنی صرف انسانی تدبیروں سے بڑے فائد کی بلندی تک پہونچے، جو کہ محض انسانی حکمت عملی اور کوشش کے دائرہ کی بات تھی، جن کے ذریعہ کوئی بھی انسانی ذہن بڑے بڑے کارنامے انجام دے سکتا ہے، اور یہ کارنامے خصوصیات نبوت میں سے نہیں ہیں، حالانکہ حضور ﷺ کی اصل

آپ نے دیکھا ہوگا کہ جن ممالک میں مدارس کو باقی رہنے نہیں دیا گیا، مدارس کے بقا کی فکر نہیں کی گئی، علوم اسلامیہ کو باقی رکھنے کیلئے تگ و دو نہیں کی گئی، وہاں علوم شرعیہ مٹ گئے، مدارس ویران ہوگئے، چنانچہ جن علاقوں میں روس کا غلبہ ہوا، ترکستان کے علاقوں میں یہ حال ہوگیا تھا کہ وہاں مسلمانوں کی دینی علامتیں سب ختم ہوگئی تھیں، نماز و روزہ ختم ہوگیا، مسلمان کا مفہوم ختم ہوگیا، قرآن و حدیث کی تعلیمات ختم ہوگئیں، جس کے نتیجے میں وہاں کے مسلمان بحیثیت نام کے مسلمان تو رہے، لیکن اسلام و ایمان سے نابلد و ناآشنا ہوگئے، وہ لوگ یہ تک جانتے نہ تھے کہ نماز کیا ہے، روزہ کیا ہے؟ چونکہ ان کے آباء و اجداد مسلمان تھے اس لئے وہ اپنے کو مسلمان کہتے تھے، اس کے علاوہ کوئی اور اسلامی علامت ان میں نہیں ملتی تھی۔

خصوصیت آپ کی نبوت ورسالت ہے، جو وحی کے ذریعہ آپ کو تعلیم دیئے جانے سے حاصل ہوئی، اسی بناء پر آپ کے سارے احکام اللہ تعالیٰ کے احکام قرار دیئے گئے ہیں، اور مسلمان آپ کے احکام کو اللہ کے احکام سمجھ کر عمل کرتے ہیں، یہ تنہا انسانی خصوصیت کی بناء پر نہیں، آپ کو آپؐ کے اعلیٰ درجہ تک نبوت نے پہونچایا، لیکن مصنف نے یہ سب باتیں اپنی کتاب میں اس طریقہ سے پیش کیں کہ پڑھنے والا اس دھوکہ میں رہے کہ ہمارے نبی کی یہ غیر لوگ کتنی تعریف کر رہے ہیں، اور مصنف کتنا منصف ہے، یہ طریقہ مستشرقین یعنی یورپ کے مصنفین ومحققین نے اختیار کیا، مشرقی تعلیم کو پیش کرنے کی وجہ سے یہ لوگ مستشرقین کہلائے، ان مستشرقین کی کتابوں کو ہمارے اسکالرز اور دانشوروں نے پڑھا اور ان کی ہوشیاری کی وجہ سے یہ بات ان کو محسوس نہیں ہوئی کہ حضور ﷺ کی خصوصیات، صفات وکمالات کے ذکر کے ساتھ وہ آپ کی اصل خصوصیت اور امتیاز کو نظر انداز کردیتے ہیں، جس کی بناء پر آپ مذہبی پیشوا کے بجائے صرف دنیاوی پیشوا ہو کر رہ جاتے ہیں، حالانکہ نبوت کی خصوصیت آپ کو سب سے ممتاز کردیتی ہے، جس کی طرف قرآن مجید میں توجہ دلائی گئی ہے، لیکن یہ لوگ ایسی باتوں کی تاویل کر کے قاری کا ذہن دوسرے رخ پر ڈالنے کے اپنے مقصد کو پورا کرتے ہیں، اس طرح مستشرقین نے اسلام کے خلاف کوششیں کیں اور مسلمانوں کے ذہنوں کو مسموم کرنے کا کام کیا۔

یورپ کے مفکرین نے استشراق کے ذریعہ سے قوم کو بدلنے کی جو کوشش کی، چنانچہ ان کی تعلیم وتصنیف کے اثرات سے مسلمانوں میں ان کی تصنیفات سے استفادہ کرنے والے کچھ دانشور بدلے، البتہ عام مسلمان جو مستشرقین کے دائرہ سے باہر رہے، نہیں بدلے، اس طرح قوم کی اکثریت نہیں بدلی، مغربی ماہرین تعلیم نے اپنے نظام تعلیم کے ذریعہ اپنے تعلق والوں کے ذہنوں کو متاثر کیا، جوان سے متاثر ہوجانے پر ان کے ذہن سے سوچنے لگے تھے، وہ ان کی زبان میں زبان ملا کر بولتے، ان کی فکر کی طرح فکر رکھتے تھے، اور جب ۱۸۵۷ء میں مسلمانوں کی طاقت ٹوٹ گئی اور سامراج کو شکست نہ دے سکے ہار گئے، جس کو غدر کہا جاتا ہے حالانکہ وہ جنگ انگریزی غلامی سے آزاد ہونے کی ایک کوشش تھی، لیکن اس کا نام غدر رکھ دیا گیا اور سب نے اس کو قبول کرلیا، یہ ان کی سامراجی تعبیر تھی، افسوس کہ سامراج کے مخالفوں نے بھی اس تعبیر کو قبول کیا، یہ اسی احساس کمتری واحساس شکست کا نتیجہ تھا، جس کی بناء پر ہم نے ان کی اصطلاح کو بھی قبول کرلیا، آزادی کی کوشش کو غدر کیسے کہہ سکتے ہیں؟ لیکن اس کا نام غدر ہوگیا۔

اس کے بعد وہ تمام مراکز اور سرچشمے جس کے ذریعہ سے مسلمان ان کا مقابلہ کرسکتے تھے، ان کو کمزور وبے اثر کرنا شروع کیا اور اسی سلسلہ میں مسلمانوں کے علوم وثقافت کو بدلنے کی کوشش کی، تاکہ ان کے دینی اور ملی ذہن کے سوتے خشک ہوجائیں اور یہ لوگ اپنی اصل کو بھول جائیں اور اس طرح ان کو اپنے تابع بنا کر رکھا جاسکے، اکبرالہ آبادی کہتے ہیں ؎

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

اور

بنگلوں سے نماز اور وظیفہ رخصت
کالج سے امام ابو حنیفہ رخصت
صاحب سے سنی ہے اب قیامت کی خبر
قسطنطنیہ سے ہوئے خلیفہ رخصت

اس صورتحال کو ہمارے اہل دین اور علماء نے بہت محسوس کیا اور دین کے بچانے کے لیے دینی مدارس قائم کئے، ان کی طرح ہمارے متعدد دانشوروں نے بھی اکبرالہ آبادی اور ان جیسے جوان کے ہم ذوق رفقاء تھے انہوں نے اس کو محسوس کیا کہ اس طرح ملت کی خصوصیت اور اس کی اسلامی حیثیت بالکل ختم ہوجائے گی، ان کی ملی شناخت مٹ جائے گی، ان کی پہچان بدل جائے گی، افراد تو تعلیم یافتہ رہیں گے، اور ان میں صلاحیتیں بھی رہیں گی اور کارہائے نمایاں بھی انجام پائیں گے، لیکن وہ مسلمان کی حیثیت سے نہیں ہوں گے، اس احساس کے نتیجہ میں ادبی وشعری سطح پر اکبرالہ آبادی، علامہ شبلیؒ، الطاف حسین حالی اور ان کے متعدد دوسرے معاصرین ورفقاء نے توجہ دلانے کی کوشش کی اکبرالہ آبادی نے مزاحیہ اور طنزیہ طریقہ کو بھی اپنایا اور اس طرح لوگوں میں اس سلسلہ میں مناسب شعور بیدار کرنے کی کوشش کی۔

اکبرالہ آبادی کے ظریفانہ وطنزیہ کلام میں کے یہ شعر ملاحظہ ہوں ؎

کیا بتائیں احباب کیا کارنمایاں کر گئے
بی اے ہوئے نوکر ہوئے پنشن ملی پھر مر گئے

اور نئے حالات زندگی پیدا ہونے پر طنزیہ کہتے ہیں ؎

پانی پینا پڑا ہے پائپ کا
حرف پڑھنا پڑا ہے ٹائپ کا
پیٹ چلتا ہے آنکھ آئی ہے
شاہ روڈ کی یہ دہائی ہے

اور حالات پر سنجیدہ انداز سے یہ تبصرہ کرتے ہیں ؎

مجھ ہی سے سب یہ کہتے ہیں کہ رکھ نیچی نظر اپنی
کوئی ان سے نہیں کہتا نہ نکلو یوں عیاں ہوکر
قریب الختم تھی مجلس کہ آنکلے ادھر وہ بھی
غرض واعظ کی محنت رہ گئی سب رائیگاں ہوکر

ان کے علاوہ ان کے دیگر معاصرین نے اپنی تحریر وتقریر کے ذریعہ سے اپنے سنجیدہ لہجہ میں اشعار وخطبات کے ذریعہ سے لوگوں کے اندر ضمیر کو بیدار کرنے کی کوشش کی، علماء نے اپنے دائرہ عمل میں دین وشریعت کے بقاء کے لیے متعدد ذرائع اختیار کئے اور مغربی سیلاب بلاخیز کے مقابلہ کے لیے علماء حق تیار کرنے کے لیے دار العلوم دیوبند کا قیام عمل میں آیا کہ اس سیلاب بلاخیز میں اپنے اسلامی علوم کو تو بچالیں، ورنہ دین سے واقفیت اور ملت کا صالح شعور مٹ جائے گا اور لوگ شریعت کے نام سے ناواقف ہوجائیں گے، کوئی خدا اور رسول کا نام لینے والا کلمہ کی حقیقت کو جاننے والا نہیں رہے گا، اس لیے کہ جب سیلاب آتا ہے تو راستہ کی تمام چیزوں کو بہالے جاتا ہے، چٹانیں اور بڑے بڑے درخت بہہ جاتے ہیں، مکانات بہہ جاتے ہیں، بستیوں کی بستیاں بہہ جاتی ہیں، تو اس برطانوی سیلاب میں کہیں ہمارے علوم ختم نہ ہوجائیں، اور اسلام سے ہماری وابستگی کہیں ختم نہ ہوجائے۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ جن ممالک میں مدارس کو باقی رہنے نہیں دیا گیا، مدارس کے بقا کی فکر نہیں کی گئی، علوم اسلامیہ کو باقی رکھنے کیلئے تگ ودو نہیں کی گئی، وہاں علوم شرعیہ مٹ گئے، مدارس ویران ہوگئے، چنانچہ جن علاقوں میں روس کا غلبہ ہوا، ترکستان کے علاقوں میں یہ حال ہوگیا تھا کہ وہاں مسلمانوں کی دینی علامتیں سب ختم ہوگئی تھیں، نماز وروزہ ختم ہوگیا، مسلمان کا مفہوم ختم ہوگیا، قرآن وحدیث کی تعلیمات ختم ہوگئیں، جس کے نتیجے میں وہاں کے مسلمان بحیثیت نام کے مسلمان تو رہے، لیکن اسلام وایمان سے نابلد ونا آشنا ہوگئے، وہ لوگ یہ تک جانتے نہ تھے کہ نماز کیا ہے روزہ کیا ہے؟ چونکہ ان کے آباء واجداد مسلمان تھے اس لئے وہ اپنے کو مسلمان کہتے تھے، اس کے علاوہ کوئی اور اسلامی علامت ان میں نہیں ملتی تھی، اپنے کو مسلمانوں کی اولاد سمجھنا صرف یہی ذریعہ تھا، جس کے توسط سے ان سے بات کی جاسکتی تھی اور ان کو سمجھایا جاسکتا تھا، وہ خود کچھ نہیں جانتے اور ان کو بتانے کی اجازت بھی نہیں تھی، تعلیم ہی وہ ذریعہ ہے جس کے تحت ہماری ضرورت اور ہماری خصوصیت ہم کو بتائی جاتی ہے، تعلیم کا سلسلہ وہ اہم سلسلہ ہے، یہ جیسا ہوگا ویسا نتیجہ ظاہر ہوگا، تو ہمارے علماء نے اس کو محسوس کیا اور لوگوں میں یہ شعور پیدا کیا کہ یہ نظام تعلیم ہمارے علوم دینیہ کو ختم کردے گا اور جب یہ علوم ختم ہوجائیں گے، تو ہماری نسلوں کو نہ یہ معلوم ہوگا کہ نماز کیا ہوتی ہے اور نہ روزہ سے واقفیت ہوگی، ان کو بتانے والا بھی کوئی نہیں ہوگا کہ اسلام کیا ہوتا ہے اور عقیدہ توحید کیا ہے؟ لہذا انہوں نے علوم اسلامیہ کو بچانے کے لیے مدارس قائم کئے، اور اس میں وہ لگ گئے۔ الحمد للہ اسی وجہ سے یہ مدارس قائم ہیں اور ہندوستان میں اسلام باقی ہے، اور مسلمان حتی الوسع اپنی شناخت کے ساتھ زندگی گذارنے کی کوشش کرتے ہیں، علماء کے قائم کردہ دینی مدارس سے علماء بھی پیدا ہورہے ہیں۔

شاعروں میں اکبرالہ آبادی نے اپنی مزاحیہ شاعری کو اس کے لیے استعمال کیا، اور مغربی تہذیب کے جو منفی اثرات تھے، ان کو اپنے کلام شعری کا موضوع بنایا، شاعری کا لب ولہجہ نثر کے لب ولہجہ سے زیادہ دلپسند اور اثر انداز ہوتا ہے، مختصر اور لطیف اشاروں سے بات کہی جاتی ہے اور وہ دل میں اثر کرتی ہے، اکبرالہ آبادی مرحوم نے مغربی تہذیب کی جو نقصان دہ باتیں اور خرابیاں تھیں ان کا مذاق اڑایا، اور ان کا اظہار کبھی طنزیہ لہجہ میں کبھی مزاحیہ انداز میں کیا اور مسلمانوں کا جو شاندار ماضی رہا ہے، اس کی طرف اور ان کی ثقافت اور ان کے انداز فکر کی طرف اشارہ کیا۔

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں وہ عقل پہ مردوں کے پڑ گیا

اور یہ اقدار حیات میں تبدیلی کے خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

بٹھائی جائیں گی پردے میں بیبیاں کب تک
بنے رہوگے تم اس ملک میں میاں کب تک
حرم سرا کی حفاظت کو تو تیغ ہی نہ رہی
تو کام دیں گی یہ چلمن میں تیلیاں کب تک
جو منہ دکھائی کی ہے رسم پر مصر ابلیس
تو منہ چھپائیں گی حوا کی بیٹیاں کب تک
سنا ہے حضرت اکبر ہیں حامی پردہ
مگر وہ کب تک اور ان کی رباعیاں کب تک

اکبرالہ آبادی کے معاصرین میں علامہ شبلیؒ نے

اپنے ممتاز علمی و ادبی اسلوب میں اسلامی تمدن وعظمت کے عہد کا جو شاندار دور تھا، اپنی تصنیفات اور اپنی شاعری میں اس کی بہتر ترجمانی کی اور یہ سامنے لانے کی کوشش کی کہ یہ انگریز جو اپنی بڑی علمی وثقافتی ترقی کا ذکر کرتے ہیں، مسلمان ان سے بہتر اور زیادہ ترقی کر چکے ہیں، اور یہ سب مسلمانوں کی ترقی کے دور میں علم وتعلیم سے بالکل دور جا چکے تھے، تعلیم سے دلچسپی اور توجہ انہوں نے مسلمانوں سے لیا تھا، گذشتہ آخری دور میں مسلمانوں نے بے ہمتی دکھائی تو پیچھے رہ گئے، وہ اپنے ماضی کو دہرانے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں، انہوں نے عالم اسلامی کے حکومتی وسیاسی حالات میں تکلیف دہ حد تک تبدیلیاں ظاہر ہونے پر اپنے افسوس کو یہ رایہ میں اس طرح ظاہر کیا ۔

حکومت پر زوال آیا تو پھر نام ونشان کب تک
چراغ کشتہ محفل سے اٹھے گا دھواں کب تک
قبائے سلطنت کے گرفلک نے کردیئے پرزے
فضائے آسمانی میں اڑیں گی دھجیاں کب تک
مراکش جا چکا، فارس گیا، اب دیکھنا یہ ہے
کہ جیتا ہے یہ ترکی کا مریض سخت جاں کب تک
یہ سیلاب بلا بلقان سے جو بڑھتا آتا ہے
اسے روکے گا مظلوموں کی آہوں کا دھواں کب تک
یہ وہ ہیں نالہ مظلوم کی لے جن کو بھاتی ہے
یہ راگ ان کو سنائے گا یتیم ناتواں کب تک
یہ مانا تم کو تلواروں کی تیزی آزمانی ہے
ہماری گردنوں پر ہوگا اس کا امتحاں کب تک
نگارستان خوں کی سیر گر تم نے نہیں دیکھی
تو ہم دکھلائیں تم کو زخمہائے خوں چکاں کب تک
یہ مانا تم کو شکوہ ہے فلک سے خشک سالی کا
ہم اپنے خون سے سینچیں تمہاری کھیتیاں کب تک
کہاں تک لوگے ہم سے انتقام فتح ایوبی
دکھاؤ گے ہمیں جنگ صلیبی کا سماں کب تک
سمجھ کر یہ کہ دھندے سے نشان رفتگاں ہیں ہم
مٹاؤ گے ہمارا اس طرح نام ونشاں کب تک
زوال دولت عثماں زوال شرف وملت ہے عزیزو
فکر فرزند وعیال و خان و ماں کب تک
خدارا تم یہ سمجھے بھی کہ یہ تیاریاں کیا ہیں ؟
نہ سمجھے اب تو پھر سمجھو گے تم یہ چیستاں کب تک
جو گونج اٹھے گا عالم شور ناقوس کلیسا سے
تو پھر یہ نغمۂ توحید گلبانگ اذاں کب تک
بکھرتے جاتے ہیں شیرازۂ اوراق اسلامی
چلیں گی تند باد کفر کی یہ آندھیاں کب تک
حرم کی سمت بھی صید افگنوں کی جب نگاہیں ہیں
تو پھر سمجھو کہ مرغان حرم کے آشیاں کب تک
جو ہجرت کر کے بھی جائیں تو شبلی اب کہاں جائیں
کہ اب امن وامان شام ونجد وتیراں کب تک

علامہ شبلیؒ کی شاعری بھی اسلامی مقاصد کو، اسلامی شعائر کو بیان کرنے والی شاعری تھی، تاکہ لوگوں کے دل مضبوط ہوں اور انہیں اپنی عظمت رفتہ پر فخر ہو، اسی طرح الطاف حسین حالیؒ کی شاعری تھی اور اکبر الٰہ آبادی کی شاعری نے اپنے خاص طرز سے جو کارنامہ انجام دیا، اسی طرح ان کے معاصرین نے بھی اپنی اپنی لائن میں مسلمانوں کے احساس کمتری کو دور کرنے کی کوشش کی اور انہیں اپنی ثقافت اپنے مقام وعظمت کو سمجھنے اور اپنے رتبہ بلند کو حاصل کرنے کی آواز پیدا کی۔

اکبر الٰہ آبادی کی شاعری کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے دکھتی رگ کو پکڑا، اور اپنی شاعری کے ذریعہ سے اس کو پیش کیا، طرز کلام کے لحاظ سے ان کی شاعری طنزیہ ومزاحیہ انداز کی تو تھی ہی؛ لیکن حقیقت میں دلنشیں انداز سے بھی ان کی تاثر کی ترجمان تھی، طنز ومزاح کے لحاظ سے بھی حکمت کی باتیں ظاہر کیں، ان کے معاصرین میں جو ان کے ہی جذبہ وفکر کے حامل تھے، الطاف حسین حالی بھی تھے، جن کو اپنے معاصرین میں ادبی لحاظ سے بڑا مرتبہ حاصل تھا، ان کی ادبی حیثیت کو مانا جاتا تھا، انہوں نے بھی حالات کی گراوٹ اور مسلمانوں کی پستی پر اظہار رنج وافسوس مؤثر پیرایہ میں پیش کیا، ان کی مسدس حالی اس اظہار خیال کی مؤثر ترجمان بنی، ایک زمانہ تھا کہ ان کی مسدس جگہ جگہ پڑھی جاتی تھی اور لوگ اس پر فریفتہ تھے، اس لیے کہ وہ دلوں پر اثر ڈالتی تھی، مسلم قوم کی گراوٹ کو دیکھ کر دل میں جو غم ابھرتا تھا اور جو مسائل پیش آرہے تھے، ان کے اثر سے پیدا ہونے والی دل گرفتگی کی حالت میں مسدس حالی ایک طرح سے مرہم کا کام کرتی تھی، اس کو پڑھتے تھے اور یہ احساس ابھرتا تھا کہ ہماری امت عظیم امت تھی اور اب کیا حال آگیا ہے، اور ہم مسلمان اگر اپنی معنویت کھودیں گے، احساس کھودیں گے تو اپنے عظیم ماضی کو واپس لانے اور اپنی بلند خصوصیات کو واپس لانے کی صلاحیت سے محروم ہوجائیں گے، لہٰذا اس کے لیے جو ہم سے ہوسکے اس کو کرنا چاہئے، اس سلسلہ میں علامہ اقبال نے بھی مؤثر کلام پیش کیا، ان کا کلام بڑا فکر انگیز تھا، انہوں نے ظرافت کے انداز کو بھی اختیار کیا، لیکن زیادہ تر فکر انگیز کلام ہے جو بڑا اثر

رکھتا ہے، مسلمانوں کی یہ افسوسناک پستی کے ساتھ ساتھ اس پر سامراج کی طرف سے جو ظالمانہ پالیسیاں تھی اس کو دیکھ کر مایوسی کے خطرات بھی سامنے آرہے تھے۔

اور خاص طور پر ۱۸۵۷ء میں ناکامی کے بعد مسلمانوں پر جو مصیبت آئی، انگریز حکومت نے مسلمانوں کے ساتھ سزاء آجو رویہ اختیار کیا، اس کو پڑھ کر تو رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، سات دن کے قتل عام میں مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد شہید کردی گئی، جس میں ایک کثیر تعداد علماء کی بھی تھی، یہ کہا جاتا ہے کہ اس وقت انہوں نے جو انتقامی کارروائی کی، اس میں دہلی سے شاہجہاں پور تک شاید کوئی درخت ایسا نہ رہا ہو جس پر لاش لٹکی ہوئی نہ ہو۔ مؤرخ لکھتا ہے: ستائیس ہزار اہل اسلام نے پھانسی پائی، سات دن برابر قتل عام رہا اس کا حساب نہیں، اپنے نزدیک گویا نسل تیموریہ کو نہ رکھا مٹادیا، بچوں تک کو مار ڈالا، عورتوں سے جو سلوک کیا، بیان سے باہر ہے، جس کے تصور سے دل دہل جاتا ہے۔ (عروج سلطنت انگلیشیہ)

بعض مسلم محلہ اس طرح تہہ تیغ کئے گئے کہ ایک فرد بھی باقی نہ بچا، میلی سن لکھتا ہے، ہمارے فوجی افسر ہر قسم کے مجرموں کو مارتے پھرتے تھے، اور کسی درد و تاسف کے بغیر انہیں پھانسیاں دے رہے تھے، گویا وہ کتے تھے یا گیدڑ یا نہایت ادنیٰ قسم کے کیڑے مکوڑے، غرض اس جہاد حریت کی سب سے بڑی قیمت مسلمانوں کو ادا کرنا پڑی، انگریزوں نے ایسا ظالمانہ انتقام لیا کہ ہمارے حساس قائدین وعلماء کو انگریزوں کی ہر علامت سے نفرت ہوگئی، اور خوف کی ایسی فضا بن گئی تھی کہ پتہ نہیں کس پر کس وقت آفت آجائے، اور ہم میں سے کون گرفت میں آجائے، شرفاء شہروں کو چھوڑ کر دیہاتوں میں جا کر پوشیدہ ہونے لگے، حکومت کی طرف سے ایسی حالت پیدا کردی گئی تاکہ مسلمان دوبارہ یہاں معزز ہونے کی بات نہ سوچیں، اس کے نتیجہ میں ملت اسلامیہ کے غیرت مند قائدین کو انگریزوں سے سخت نفرت ہوگئی اور یہ نفرت بالکل صحیح تھی، مسلمانوں کو جن حالات سے گذرنا پڑا، وہ واقعات یہی اثر رکھتے تھے جس سے نفرت میں اضافہ ہوا، جس طرح مسلمان علماء وعوام سے انتقام لیا گیا، وہ یہی اثر پیدا کرتا ہے کہ مسلمان اب یہ سوچے ہی نہیں کہ وہ ابھریں گے یا اٹھ سکیں گے اور یہ حال صرف ہندوستان میں نہیں بلکہ جہاں جہاں ان لوگوں نے قبضہ کیا، وہاں اسی صورتحال سے مسلمانوں کو واسطہ پڑا، چنانچہ مصر، الجزائر، طرابلس وغیرہ پر یورپ کی طاقتوں کا قبضہ ہونے پر ان کے ساتھ بھی یہ پالیسی اختیار کی گئی تاکہ مسلمان اپنی اسلامی شناخت سے محروم ہوجائیں۔

ہمارا آج کا موضوع اکبر الٰہ آبادی کے عہد کے جملہ حالات کے تذکرہ کرنے کا نہیں ہے اور ادبی سیمینار ہونے کی بناء پر ان کی اور ان کے معاصرین کی ادبی کاوش کا تذکرہ ہے، اور اصلاً اکبر الٰہ آبادی کی شاعری ہے، ہم یہ دیکھیں کہ انہوں نے کتنی بڑی خدمت انجام دی اور دل کا درد پیش کرنے کے لیے انہوں نے اپنی شاعری کو ذریعہ بنایا، تاکہ لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات پیدا ہوجائے کہ مغربی ذہنیت کے لوگ ہماری دینی اور اخلاقی ضرورت کے لیے قابل تقلید نہیں ہیں اور ہم کو اپنی اسلامی ثقافت اور دینی علوم کو ان کے منفی اثرات سے بچانا ہے، ان کے معاصرین میں اسی طرح کا درد رکھنے اور اپنے ادبی قالب میں مؤثر طریقہ سے اظہار کرنے میں علامہ شبلی نعمانیؒ نمایاں رہے، انہوں نے شاعری کے ساتھ مؤثر تصنیفات کے ذریعہ مسلمانوں کے عظیم الشان عہد رفتہ کو پیش کیا، علامہ شبلی نعمانیؒ کی کتاب ''الفاروق'' جب آئی ہے، تو اس وقت کے نوخیز اور جدید تعلیم یافتہ لوگوں میں قاضی عدیل عباسی صاحب کہتے تھے کہ ہم طالب علم تھے، اور الفاروق سے ہماری ہمت بہت بڑھ گئی، احساس کمتری ختم ہوا اور ہم غیر مسلم اسکالرز سے بات کرتے ہوئے بڑے فخر سے اس کتاب کا حوالہ دیتے تھے، اور کہتے تھے کہ اس کو لو اور پڑھو، اس لیے کہ تعلیم کے ذریعہ سے مسلمانوں کا ایسا ذہن بنایا جارہا تھا اور ان میں تحقیر کا احساس پیدا کیا جارہا تھا کہ انہوں نے کوئی عزت کا کام نہیں کیا، ان کو صرف مار دھاڑ اور حکومتوں پر قبضہ کرنا آتا ہے، تو اس زمانہ میں ''الفاروق'' نے بڑا اثر ڈالا، ذہنی انقلاب پیدا کیا، اس وقت سب مسلمان جدید تعلیم اور اس کے نظریات کے مقابلہ میں احساس کمتری میں مبتلا تھے، علامہ شبلیؒ کی شاعری بھی اسلامی مقاصد کو اسلامی شعائر کو بیان کرنے والی شاعری تھی تاکہ لوگوں کے دل مضبوط ہوں اور انہیں اپنی عظمت رفتہ پر فخر ہو، اسی طرح الطاف حسین حالیؒ کی شاعری تھی اور اکبر الٰہ آبادی کی شاعری نے اپنے خاص طرز سے جو کارنامہ انجام دیا، اسی طرح ان کے معاصرین نے بھی اپنی اپنی لائن میں مسلمانوں کے احساس کمتری کو دور کرنے کی کوشش کی اور انہیں اپنی ثقافت اپنے مقام وعظمت کو سمجھنے اور اپنے رتبہ بلند کو حاصل کرنے کی آواز پیدا کی۔

☆☆☆☆☆

رازِ زندگی

آخری قسط

علم دین پر شکر-شرح صدر کا ضامن

مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی

شرح صدر کب ہوگا؟

مگر یہ شرح صدر کب ہوگا؟ یہ سب اس وقت ہوتا ہے جب کہ شرح صدر اللہ تعالیٰ اس کو عطا فرمادے، لیکن شرح صدر اللہ کیسے پیدا کرتا ہے: ﴿فَوَيْلٌ لِّلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُم مِّن ذِكْرِ اللَّهِ﴾ (جن لوگوں کے دل اللہ کے ذکر سے بھی اثر قبول نہیں کرتے، ان کے لیے بڑی خرابی ہے) اور یہ اسلئے ہوتا ہے کہ ان کا دھیان خدا سے ہٹ جاتا ہے تو اس نور سے محروم ہوجاتے ہیں اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کا ذکر اصل ہے اور نماز کو بھی اسی لئے کہا گیا ہے: ﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي﴾ (میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو) تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دھیان اتنا قوی ہوجائے کہ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ آنکھوں میں رہے "یذکر اللّٰہ علی کل أحیانہ" جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے تھے: أن یکون لسانہ رطباً لذکر اللّٰہ"۔ (اس کی زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر رہے)۔

اور قرآن مجید میں بھرا پڑا ہے: ﴿وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ﴾ اور ﴿الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا عَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ یہ بالکل ترتیب ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کو وہ برابر یاد کرے گا، اٹھتے بیٹھتے اور ہر پہلو پر، تو پھر اس کے اندر تفکر کی صلاحیت پیدا ہوجائے گی اور تفکر کی صحیح صلاحیت پیدا ہوجائے یہ بھی نور کا نتیجہ ہے، اس لئے کہ جب آپ ٹارچ کی روشنی ڈالتے ہیں تو کوئی ایسا نہیں جو ٹارچ روشن کررہا ہو، اس کو دیکھے جو اس کو دیکھنے کی کوشش کرے گا وہ دیکھ نہ سکے گا اور اس کو صحیح سمجھے گا نہیں، اسی لئے حدیث میں آتا ہے: "تفکروا فی خلق اللّٰہ ولا تتفکروا فی ذات اللّٰہ" اس لئے کہ وہاں سے نور پھینکا جارہا ہے تو ظاہر ہے جس پر وہ روشنی ڈال رہا ہے اس کو دیکھو اس پر غور کرو: ﴿وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ آسمان اور زمین کی پیدائش میں غور کرو جب تم اس میں غور کرو گے تو نور الٰہی پاؤ گے تو اس میں جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا، آپ نے تو گویا کہ آپ کو نور مل گیا اور جب نور مل گیا تو تفکر کرنے کی صحیح صلاحیت مل گئی غرض کہ یہ اصل نور ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو دیا جارہا ہے جب وہ قلب میں آتا ہے تو سارے راستے اس کے کھلتے چلے جاتے ہیں، ساری پریشانیاں اس کی دور ہوتی چلی جاتی ہیں، ساری پیچیدگیاں اس کی حل ہوتی چلی جاتی ہیں، ساری پہیلیاں بجھتی چلی جاتی ہیں، کوئی مسئلہ ایسا نہیں کہ پھنسے اور پریشان ہو کیسے ہی حالات خراب ہوں اور موسم کیسا ہی سخت ہو اور بارش کا کیسا ہی عالم ہو؛ لیکن نہ تالے میں گرے گا اور نہ کہیں پھنسے گا کیونکہ ٹارچ اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ اطمینان سے راستہ طے کرتا چلا جائے گا، اسی طرح اللہ تعالیٰ جس کو یہ نور عطا فرماتا ہے اس کو ہر چیز نظر آنے لگتی ہے وہ پھر نہ کہیں بہکتا ہے اور نہ اس کا قدم پھسلتا ہے، اسی لئے دعا میں بھی کہا گیا ہے اس لئے کہ نور کی بھی سیکڑوں قسمیں ہیں: ﴿فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّن رَّبِّهِ﴾ اپنے پالن ہار کی طرف سے نور اس کو مل گیا؛ لیکن اس نور کو آگے بڑھانا آپ کا کام ہے اسی لئے حدیث میں آتا ہے جب صبح جاؤ نماز کے لئے تو کیا کہو "اللّٰھم اجعل عن یمینی نوراً وعن شمالی نوراً ومن تحتی نوراً ومن فوقی نوراً" (اے اللہ! میرے دائیں جانب نور پیدا فرمادے، بائیں جانب نور پیدا فرمادے اور میرے نیچے سے نور پیدا کردے اور میرے اوپر سے نور پیدا کردے)۔ دیکھتے چلے جایئے اس میں ایک ایک چیز گنائی گئی ہے، یہاں تک کہ بال میں نور کردے، کھال میں نور کردے، خون میں نور کردے، گوشت و پوست میں نور پیدا فرمادے" أعظم لی نوراً أعطنی نورا" دے دے نور، آگے بھی اور پیچھے بھی، دائیں بھی اور بائیں بھی اور نیچے بھی، اب دیکھئے کی کتنی شکلیں ہوتی چلی گئیں تو اب یہ دعا پڑھی گئی، یہ بہت اہم ہے کہ یہ جو نور اللہ تعالیٰ نے دیا ہے، اس سے نور ہوگا، نور سے نور ہوگا، یہ تو بہت بڑا نور ہے، اب آپ بلب جلاتے چلے جایئے، یہ سب آگے پیچھے کہا ہے اس میں بڑے اشارے ہیں، یعنی زبان پر نور ہوجائے، زبان سے جتنا اور جب سچ نکلے گا اس سے نور پھیلے گا، جھوٹ نکلے گا تاریکی پھیلے گی، اس لئے کہ جھوٹ بدبو ہے ایسے ہی کان میں سچ بات جائے، اللہ تعالیٰ کا ذکر جائے اچھی بات جائے تو اس سے نور اندر داخل ہوگا، حدیثیں سنیں گے تو نور داخل ہوگا، اچھی باتیں سنیں گے تو نور داخل ہوگا۔

اسی طرح آگے اور پیچھے نور پیدا فرمادے، ہمارے آگے جو لوگ ہیں اور پیچھے جو لوگ ہیں، داہنے جو لوگ ہیں، پڑوس ہمارا اچھا ہو، دور کا پڑوس اچھا ہو، قریب کا پڑوس اچھا ہو، ہمارا استاد اچھا ہو، ہمارا شاگرد اچھا ہو، ہمارا ساتھی اچھا ہو جو نور دینے والا ہو یعنی اچھے اعمال والا ہو، اس سے نور پیدا ہوگا اور نور پھیلتا چلا جائے گا تو اس طرح پورا دن نور میں رہیں گے جب نور میں رہیں گے تو "نور علی نور" بس اس طرح ہمارے معاملات درست ہوجائیں گے اور ہماری اصلاح ہوجائے گی۔

"نور علی نور" یہ وہ نعمت ہے جو نور کی طرف سے ملتی ہے ﴿اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ﴾ پھر ظاہر ہے اسکی مثال بھی دی گئی ہے، ایسا نور مل جائے جو اتنا چمکنے والا دمکنے والا درخشاں وتابندہ کہ اس زمانہ کا جو بہتر سے بہتر روشنی کا آلہ ہوسکتا ہے قرآن نے نقشہ کھینچ دیا ہے اسکا ﴿زَيْتُونَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُّورٌ عَلَىٰ نُورٍ﴾ یعنی خود تیل اتنا جھلکتا اور چمکتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ سراپا روشنی اور جو آگ کو پکڑ لے تو اس کے اندر کتنی روشنی ہوگی، تو ایسے ہی یہ بلب ہے جو لگا ہے، بعض بلب ایسے ہوتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ خود چمک رہے ہیں اور جب اسکے اندر روشنی آجائے تو کیا کہنے اس روشنی کے، تو اس طرح "نور علی نور" اس شخص کے لئے ہوتا ہے جس کو شرح صدر کی دولت مل جائے، جس کو شرح صدر کی دولت مل جاتی ہے بس جیسے اندھیرے میں رہ کر آدمی پریشان ہوتا ہے اور روشنی میں رہ کر اسکے اندر نہایت سرگرمی پیدا ہوجاتی ہے، نشاط پیدا ہوجاتا ہے، ابھی بجلی چلی جائے بے چینی پیدا ہوجائے گی اور بجلی آتے ہی سب خوش ہوجائیں گے، ایسے ہی شرح صدر کا معاملہ ہے، خود کشی جو لوگ کرتے ہیں وہ اصلاً شرح صدر سے محرومی کے نتیجہ میں کرتے ہیں کیوں کہ وہ اس راستہ پر پڑ جاتے ہیں جو ایمان ویقین کا راستہ، نور اور روشنی کا راستہ نہیں ہوتا، جو صاحب ایمان ہیں جن کو اللہ تعالیٰ شرح صدر کی دولت عطا فرماتا ہے، وہ نور میں داخل ہوجاتے ہیں، پھر روشنی پر روشنی بڑھتی چلی جاتی ہے، یہاں تک کہ وہ بقعہ نور میں پہونچ جاتے ہیں اور سراپا نور بن جاتے ہیں، یہاں تک کہ وہ جب چلتے ہیں تو لوگ سمجھتے ہیں لائٹ چل رہی ہے اسی کو کہا گیا ہے ﴿إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا﴾ کہ جب تم اللہ تعالیٰ کا لحاظ رکھو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے اندر شان امتیازی پیدا فرمائے گا اور شان امتیازی کیا ہے؟ آپ کے ساتھ لائٹ ہے، ان کے ساتھ نہیں ہے، آپ کو دیکھتے ہی پہچان لیں گے، نور اس کے ساتھ چل رہا ہے اور یہ منور آدمی ہے، چہرہ بھی اسکا تاباں ہوگا، چہرے سے ہی لوگ پہچان لیں گے کہ اس کے چہرے پر نور ہے۔

حضرت مولانا علی میاں ندوی کا واقعہ

ہمارے حضرت مولانا بالکل سادہ رہتے تھے، ٹوپی پاجامہ کرتہ؛ لیکن چہرہ ہی سے امتیازی شان معلوم ہوتی تھی، ندوہ کے مہمان خانہ کے سامنے ایک مرتبہ تشریف رکھتے تھے وہاں ایک لطیفہ پیش آیا کہ ندوہ میں مجلس انتظامی تھی، پورے ہندوستان کے علماء آئے ہوئے تھے اور کیوں کہ ارکان ندوہ اہم اور بڑے لوگ تھے، اس میں کافی عمامہ والے اور صاحب جبہ ودستار تھے، سب کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے، ہمارے حضرت مولاناؒ بھی ایسے ہی بیٹھے تھے، ایک دیہاتی آیا جو مولانا کو پہچانتا نہیں تھا کہا مولانا علی میاں سے ملنے آیا ہوں، ہمارے سامنے کا واقعہ ہے، ہمارے کچھ ساتھیوں نے کہا کہ بتانا نہیں اس کو کہ مولانا کون ہیں، بس کہا کہ سب کرسیوں پر بیٹھے ہوئے ہیں، اسی میں ہیں پہچان لو، وہ سیدھا مولانا کے پاس گیا، لوگوں نے اس سے پوچھا، دوسرے کو حضرت کیوں نہیں سمجھے، کہنے لگا، چہرہ بتارہا ہے۔

تو آج یہ پہچاننے کی نظر بھی چاہئے اور اس کے اندر وہ کیفیت بھی ہونی چاہئے، میں نے ایک مرتبہ اپنی والدہ کا بھی تھوڑا سا امتحان لیا، ایک مرتبہ تصویریں آئی ہوئی تھیں باہر کے علماء کی، تو اس میں حسن البناء کی بھی تھی، والدہ کسی کو پہچانتی نہیں تھیں، تو ہم نے ساری تصویریں رکھ دیں حسن البنا کی بھی رکھی اور کہا بتایئے اصل کون ہیں؟ تو انہوں نے اصل تصویر پر ہاتھ رکھ دیا، کہنے لگیں کہ ان کا چہرہ بتارہا ہے کہ یہ غیر معمولی آدمی ہیں، کیسے پہچانا، حالانکہ اس میں بڑے بڑے عمامہ والے آدمی بھی تھے؛ لیکن حسن البنا کی تصویر مغربی لباس میں تھی اور ہمارے ہندوستان والے تو اس طرح کے لباس والے کو دیکھنا پسند نہیں کرتے؛ لیکن انہوں نے اس پر ہاتھ رکھا کہ ان کا چہرہ بتارہا ہے، تو اللہ تعالیٰ ایسے چہروں پر تابانی پیدا کردیتا ہے، نور پیدا فرماتا ہے اور اس کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ بعض لوگوں کا نور اتنا بڑھ جاتا ہے کہ جو ان کے پاس بیٹھتا ہے وہ منور ہوجاتے ہیں۔

حضرت سید احمد شہید کا واقعہ

حضرت سید احمد شہید گو وہ بات حاصل تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا منور بنایا تھا کہ جو ان کے پاس ایک دو لمحہ کے لئے بیٹھ گیا، وہ منور ہوگیا اور جس نے مصافحہ کرلیا اور بیعت ہوگیا تو اس کی شان ہی نرالی ہوجاتی تھی، اس کے سلسلہ میں بھی ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ مسجد میں تشریف لائے، تو ایک دم ٹھٹھک گئے اور کہنے لگے یہ دیہاتی جو وضو کررہا ہے، جب وضو کرچکے تو اس کو میرے پاس لے آؤ، جب لے آئے تو مولانا نے کہا میاں! تم کیا کام کرتے ہو، کہا دیہاتی ہوں، کسان ہوں، کھیتی کرتا ہوں، کہا نہیں کوئی اچھا عمل بھی کرتے ہو، نمازیں زیادہ پڑھتے ہو، ذکر کرتے ہو، کہا نہیں، جیسے سب کرتے ہیں ویسے میں بھی کرتا ہوں یعنی سب کرنے کا مطلب آج کل کے مولوی بھی اتنا نہیں کرتے جتنا اس زمانہ کے جاہل کرتے تھے، ایسا

نہیں کہ وہ کچھ نہیں کرتے تھے، ایسا مت سمجھئے گا، یعنی پنج وقتہ نمازوں کہ علاوہ چھ سات وقت کی پڑھتا رہا ہوگا اور ذکر وغیرہ پابندی سے کرتا رہا ہوگا اور اس علاقہ (مظفر نگر) سہارنپور کے دیہاتیوں کو بھی خاص طور سے اللہ تعالیٰ نے امتیاز بخشا ہے۔

اس علاقہ کا ایک واقعہ ہمارے سامنے پیش آیا کہ کاندھلہ کی گلی میں مولانا افتخار الحسن کاندھلوی مدظلہ جارہے تھے کہ مولانا کے پاس ایک شخص آیا اور کہا: ''ارے مولوی جی! ارے مولوی جی! ذرا رک جاؤ ایک مسئلہ بتادو'' کہا کیا مسئلہ پوچھ رہا ہے؟ وہاں کھڑی بولی بولتے ہیں، تو اس نے کہا یہ بتاؤ میں آج ساتواں مہینہ لگ رہا ہے، روزہ رکھوں یعنی سات مہینہ سے روزہ رکھ رہا تھا، بیچارہ دیہاتی آدمی کہہ رہا تھا ہوں کیسے؟ ہم سے مولانا کہنے لگے سمجھے کیا پوچھ رہا ہے؟ ہم نے کہا نہیں، کہنے لگے پوچھ رہا ہے کہ ثواب کیسے بخشوں، تو وہاں کے دیہاتی پڑھے لکھے نہیں، مگر اللہ کے ولی ہوتے تھے، بہر حال مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے بہت پوچھا کچھ نہ بتایا، جیسے سب کرتے ہیں ویسے میں کرتا ہوں کہا کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے، کہا بتاؤ اپنی زندگی کے حالات، تب اس نے بتایا کہ ہمارے گاؤں میں حضرت سید احمد شہیدؒ آئے تھے، میں چھوٹا تھا تو لوگوں کی ٹانگوں سے نکلتا ہوا ان کے سامنے جاکر کھڑا ہوا، مولانا کہنے لگے مسئلہ حل ہوگیا، یہی میں کہوں اس کا نور اتنا زیادہ کیسے ہے، کہہ رہے تھے کہ یہ وضو کر رہا تھا تو اس کا نور آسمان تک جارہا تھا، مگر یہ ظاہر ہے سب کو نظر نہیں آتا، نور والوں کو نور نظر آتا ہے، اس سے ان کو نظر آیا۔

ایک واقعہ مولانا عبداللہ عباس ندویؒ نے سنایا حضرت مولانا کا، کہ حضرت مولانا طواف کر رہے تھے خانہ کعبہ کا کہ ایک کالا شخص سب کو ہٹاتا ہوا آیا اور مولانا کو پکڑا اور پیشانی کو بوسہ دیا اور آگے بڑھنے لگا، ایک صاحب جو مولاناؒ کے ہمراہ تھے وہ مضبوط آدمی تھے، انہوں نے دوڑ کر اس کو پکڑا کہ ادھر آؤ ان کو تم پہچانتے ہو؟ کہا نہیں، پھر تم نے پیشانی کو بوسہ کیوں دیا، کہا تم سے کیا مطلب چھوڑو مجھے، کہا ہم چھوڑیں گے نہیں، پہلے بتاؤ اور انہوں نے زور سے پکڑ لیا، تو انہوں نے کہا، میں نے ان کو بوسہ اس لئے دیا کہ یہ کوئی غیر معمولی آدمی ہے، اس کی پیشانی سے نور نکل رہا ہے اور آسمان تک جارہا ہے، میں نے اس نور کو بوسہ دیا ہے، تو اب ظاہر ہے نور کی کتنی شکلیں ہیں اور پھر حضرت مولاناؒ نے خواب دیکھا، وہ بھی خط میں لکھا ہوا ایک جگہ موجود ہے، ورنہ وہ خواب وغیرہ بتاتے نہیں تھے؛ لیکن چونکہ مجھ سے لکھوایا تھا اس لئے مجھے یاد ہے۔

اپنی ایک تصنیف کے سلسلہ میں حضرت مولاناؒ نے جب وہ کتاب لکھی، تو فرمانے لگے میں نے آج رات خواب دیکھا ہے کہ میری انگلیوں سے روشنی نکلی اور سارے عالم میں پھیل گئی، جو ظاہر ہے کتاب کے مقبول ہونے کی علامت ہے۔

خواب کے سلسلہ میں حضرت مولاناؒ کی رائے

حضرت مولانا کے تعلق سے ان کی والدہ ماجدہ نے اور خود حضرت مولانا نے اپنے تعلق سے، بہت مبارک اور غیر معمولی خواب دیکھے، جو آپ نے نہ کبھی تحریر کئے اور نہ عام طور سے بیان کرتے تھے، ہاں بطور بشارت ان سے خوش ہوتے تھے اگر کبھی بیان کرتے تو اپنی ہمشیرہ سے اور بہت خاص لوگوں سے، وہ زندگی میں ایک بار بس، میں نے گھر میں ساتھ آنے جانے کی وجہ سے بعض غیر معمولی خواب سنے ہیں اور مجھے یاد بھی ہیں اور جو لوگ حضرت مولانا کے تعلق سے بیان کرتے اس پر زیادہ دھیان نہ دیتے بلکہ ایک جملہ کہہ کر تذکرہ ختم کردیتے کہ میں اس لائق نہیں ہوں اور اپنے تعلق والوں کے لئے بھی یہی پسند فرماتے تھے، اپنے ایک صاحب کو جن کا کشف وخواب کا مشغلہ تھا ان کو زبانی بھی اور خطوط میں بھی منع کیا اور بعض دفعہ ان کی تحریر کو تکدر کے ساتھ ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا، ایک مرتبہ حضرت غالباً دبئی سے واپس ہو رہے تھے، ایک صاحب نے آکر بیان کیا کہ میں نے خواب میں جہاز گرتے ہوئے دیکھا، اس لئے حضرت اس جہاز سے سفر نہ فرمائیں، حضرت نے سنا اور اطمینان سے اسی جہاز سے تشریف لے آئے۔

تو اب سمجھ لیجئے کہ روشنیوں کی مختلف قسمیں ہیں، لیکن یہ سب نتیجہ ہے ﴿أَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهُ لِلإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِنْ رَبِّهِ﴾ تو اب ظاہر ہے جو اللہ تعالیٰ کے دھیان میں رہتا ہے، اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرلیتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کو یہ چیزیں عطا فرماتا ہے، تو پھر یوں سمجھ لیجئے کہ ہر وقت اس پر ایک کیف طاری رہتا ہے، جس کو ہمارے مولانا محمد احمدؒ نے ایک خاص انداز سے فرمایا ہے، اس لئے کہ بے کیفی بھی کبھی تو محسوس ہوتی ہے، حالات کی وجہ سے ہوتی ہے اور کسی وجہ سے ہوتی ہے تو اس کو بھی مولاناؒ نے حل کردیا اور کہا ہے

بے کیفی میں بھی میں نے تو اک کیف مسلسل دیکھا ہے

ان حضرات کی بے کیفی بھی مکیف ہوتی ہے اور ہم لوگوں کا شرح صدر بھی غیر مکیف ہوتا ہے، دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے؛ لیکن جب اللہ تعالیٰ کا بندہ کوئی اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نصیب فرماتا ہے، تو یہ اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو جوڑ دیا ہے دینی تعلیم سے، تو آپ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں جب شکر ادا کریں گے تو نعمتیں ملنا شروع ہوں گی اور سب سے بڑی نعمت یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ شرح صدر عطا فرمائے گا اور پھر جب اللہ تعالیٰ شرح صدر عطا فرمائے گا، پھر آپ کہیں پھنسیں گے نہیں کہ کیا کرنا ہے کیا نہیں

کرنا کیا ہونا ہے کیا نہیں ہونا؟ بس فوراً آپ کی سمجھ میں آتا چلا جائے گا اور آپ آگے بڑھتے چلے جائیں گے اور وہاں جاکر بھٹکیں گے نہیں، وہاں واپس جاکر اکثر طلباء پریشان ہوتے ہیں کہ فارغ ہونے کے بعد کیا کریں گے، تو یہ پوچھنے کی نوبت ہی نہیں آئے گی کہ کیا کریں؟ خود بہ خود سارا مسئلہ حل ہوتا چلا جائے گا اور راستے کھلتے چلے جائیں گے اور آپ چلتے چلے جائیں گے، یہاں تک کہ منزل مقصود تک پہونچ جائیں گے اور یہ بات حاصل نہیں ہوئی، تو سب کچھ کرتے رہئے، ہوگا کچھ بھی نہیں، ہاں دو چار لکھنے والے کچھ لکھ لیں گے، بیچنے والے کچھ بیچ لیں گے؛ لیکن ہونا کچھ بھی نہیں ہے، اسی لئے امام ابن تیمیہؒ نے ایک بات لکھی ہے کہ جب شرح صدر وغیرہ حاصل ہوجاتا ہے تو ایک جملہ کافی ہوتا ہے اور جب یہ حاصل نہیں ہوتا تو صفحہ پر صفحہ سیاہ کرتے چلے جاؤ جلدوں پر جلدیں تیار کرتے چلے جاؤ، ہوتا کچھ بھی نہیں، الماری کی زینت اس کے بعد کیا ہے تھوڑی شہرت اور داد وتحسین، اس کے بعد کیا ہے؛ لیکن وہ بھی خاص سیاق میں ضروری ہے، منع نہیں۔

امام ابن تیمیہؒ نے خود کتنی کتابیں لکھیں؛ لیکن ابن تیمیہؒ نے یہ بات بھی لکھی ہے اور پھر یہ بھی لکھا ہے کہ جو جتنا بڑا متبع سنت ہوگا اتنا بڑا عالم ہوگا، جو جتنا بڑا علم والا وہ اتنا ہی نور والا، امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے حضرت وکیعؒ سے شکایت کی حافظہ کی خرابی کی، تو کیا جواب ملا فرماتے ہیں:

شکوت الی وکیع سوء حفظی
فأوصانی الی ترک المعاصی
فان العلم نور من الهی
ونور اللّٰه لا یعطی لعاصی

(میں نے حضرت وکیع سے حافظہ کی شکایت کی، تو انہوں نے گناہوں کے ترک کرنے کی تاکید کی، اس لئے کہ علم نور الٰہی ہے اور یہ علم کا نور گنہگار کو نہیں ملا کرتا)۔

یہاں پر بھی علم نور ہے، تو جب علم نور بن جائے تو وہ علم بابرکت ہوتا ہے اور جب تک علم سطروں میں رہے، کاپیوں میں رہے، کتابوں میں رہے، تو سمجھئے کہ ابھی کچھ نہیں، یہ صرف علم ہے، ابھی نور نہیں آیا جب نور آئے گا تو وہ چیز برکت والی ہوتی چلی جائے گی، اس سے لوگ ہدایت پائیں گے اور اس سے لوگوں کے دل کھلیں گے اور سینوں میں شرح صدر ہوگا، اس کے ذریعہ سے راستے طے کریں گے، منزل مقصود تک پہنچیں گے اور یہ وہ چیز ہے جس کی اس وقت کمی ہے اور کمی بہت زیادہ ہے، سب کچھ ہو رہا ہے؛ لیکن لوگ اس سے دور ہوتے چلے جارہے ہیں، اسی وجہ سے مسائل حل نہیں ہو رہے ہیں اور پریشانیاں دور نہیں ہو رہی ہیں اور حالات بد سے بدتر ہوتے چلے جارہے ہیں اور ہوتے جائیں گے جب تک اس راستہ پر ہم نہیں آئیں گے جو ہمارے علماء ربانی اور مشائخ حقانی کا راستہ ہے اور سلف کا راستہ ہے اور سلف ہمیشہ اسی پر کاربند رہے ہیں اور انہیں سے ہم کو یہ دین ملا ہے، بس میرے بھائیو اور دوستو! اگر اس آیت کو ہم سمجھ لیں، تو ہمارا مسئلہ حل ہوسکتا ہے اور ہم صحیح راستہ طے کرسکتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح راستہ عطا فرمائے اور شرح صدر کی دولت نوازے اور اپنے نور سے منور فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆☆☆

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کی جدید و دیدہ زیب طباعت

☆ سلطان ٹیپو شہیدؒ — ایک تاریخ ساز قائد شخصیت

(جدید ایڈیشن)

از مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی قیمتی تحریر اور حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کے مقدمہ اور مضمون کے ساتھ

صفحات: 97 قیمت: Rs.30

☆ تفسیر ماجدی (جلد پنجم)

از مولانا عبدالماجد دریابادیؒ

(تفسیر ماجدی کی نئی تقسیم)

۱۴۳۲ھ مطابق ۲۰۱۱ء کے ایڈیشن سے اس تفسیر کو قرآن مجید کی منزلوں کے اعتبار سے منقسم کرکے شائع کیا جارہا ہے، اسلئے اب ہر جلد ایک منزل پر مشتمل ہوگی، اس طرح تفسیر ماجدی انشاء اللہ سات جلدوں میں مکمل ہوگی۔

نوٹ: طلباء کے لئے خصوصی رعایت

ناشر: مجلس تحقیقات ونشریات اسلام

پوسٹ بکس ۱۱۹، ندوۃ العلماء کیمپس، ٹیگور مارگ، لکھنؤ

Ph No.: 0522-2741539 - Mob No.: 9889378176

Email.airpnadwa@gmail.com

فقہ و فتاوی

سوال و جواب

مفتی محمد ظفر عالم ندوی

سوال: ایک شخص نے کسی دوسرے کو حج بدل کے لئے بھیجا اور امکانی اخراجات دیدیئے، حج بدل کرنے والے نے کفایت شعاری سے کام لیا اور کچھ رقم بچ گئی، اب اس رقم کو کیا کرے، خود رکھ لے یا حج کروانے والے کو واپس کردے؟

جواب: سفرِ حج مکمل ہونے کے بعد اگر رقم بچ رہی ہے، تو یہ بچی ہوئی رقم اس شخص کو واپس کردے جنہوں نے حج بدل کے لئے بھیجا تھا۔ (الدر المختار علی رد المحتار: ۴/۷۳)

سوال: ایک حاجی نے عرفات سے واپسی کے بعد ری کئے بغیر قربان گاہ میں جا کر قربانی کردی، تو اس پر دم واجب ہے؟

جواب: اگر حج کرنے والا قارن یا متمتع ہے تو اس پر دم واجب ہے یعنی ایک بکری حرم ہی میں بطور جنایت ذبح کرنا ضروری ہے۔ (غنیۃ الناسک: ص/۱۳۹)

سوال: ایک حاجی نے عرفات سے واپسی پر ری کے بعد فوراً بال کٹوادیئے اور بعد میں قربانی کی، کیا ایسی صورت میں دم واجب ہوگا؟

جواب: اگر یہ حاجی قارن یا متمتع تھے تو ان پر ایک دم دینا واجب ہوگا اور دم حرم ہی میں دینا ہوگا۔ (حوالہ سابق)

سوال: ایک عورت حج میں گئی، اس نے پورا حج تو کرلیا؛ لیکن واپسی کے وقت طواف وداع نہیں کرسکی اور فلائٹ کی تاریخ ہونے کی وجہ سے اپنے ملک لوٹ آگئی، کیا ایسی صورت میں دم واجب ہوگا؟ اگر ہوگا تو اپنے ملک میں ذبح کردینا کافی ہے یا حرم ہی میں ذبح کرنا ہوگا، جو بھی صورت ہو واضح طور پر بتائیں؟

جواب: مذکورہ عورت نے اگر طواف زیارت کے بعد ایک بھی طواف کرلیا ہے خواہ نفل ہی کی نیت سے کیا ہو، تو وہی طواف طواف وداع ہوگیا اور اس پر کوئی دم واجب نہیں؛ لیکن اگر طواف زیارت کے بعد کوئی ایک بھی طواف نہیں کیا ہے تو اس پر دم واجب ہے، اس کی ادائیگی کی صورت یہ ہے کہ اس کی قیمت مکہ مکرمہ کسی کے ذریعہ بھیجدے اور وہاں بکری خرید کر ذبح کروادے اور گوشت فقراء میں تقسیم کرادے۔ (البحر الرائق: ۲/۳۵۱)

سوال: بہت سے حجاج حج سے واپس کے بعد اپنے اعزہ واقارب اور دوست واحباب کی دعوت کرتے ہیں کیا یہ دعوت درست ہے، کیا یہ رسم بدعت تو نہیں؟

جواب: حج چونکہ ایک اہم عبادت ہے اور اس کی ادائیگی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، اسلئے شکرانِ نعمت کے طور پر اعزہ واحباب اور غرباء ومساکین کی دعوت کرنا درست ہے بدعت نہیں، البتہ اس کو ضروری سمجھنا یا فخر وشان کے طور پر کرنا درست نہیں ہے۔

سوال: قربانی کے لئے جانور کو زمین پر گرایا گیا، گرانے کی وجہ سے اس کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی، اسی حالت میں اس جانور کو ذبح کردیا گیا کیا، یہ قربانی ہوئی یا نہیں، جبکہ ٹانگ ٹوٹ گئی تھی، اگر نہیں ہوئی تو اب کیا کیا جائے تلافی کی کیا صورت ہوگی؟

جواب: قربانی کے لئے جانور گراتے وقت اگر ٹانگ ٹوٹ گئی اور قربانی کردی گئی تو قربانی ہوگئی اور دوبارہ قربانی کی ضرورت نہیں، کیونکہ قربانی کیلئے جانور گراتے وقت اگر جانور میں عیب پیدا ہوجائے تو یہ عیب مضر نہیں ہے، علامہ شامیؒ نے صراحت کی ہے کہ ذبح کے وقت عیب کا پیدا ہوجانا قربانی کے لئے مضر نہیں ہے۔ (ردالمحتار: ۵/۲۰۷)

سوال: ایک شخص نے قربانی کی نیت سے ایک بکرا پالا؛ لیکن وہ اتنا فربہ ہوگیا کہ اس کی قیمت ایک گائے کے بقدر ہوگئی چنانچہ بکرے والے نے اس بکرے کو فروخت کردیا اور ایک گائے خریدی اور سات افراد کی طرف سے قربانی کی، کیا یہ قربانی سب کی طرف سے ہوگئی؟ یا صرف ایک آدمی کی طرف سے ہوئی؟

جواب: صرف قربانی کی نیت سے بکرا پالنے کی وجہ سے اس کی قربانی متعین طور پر واجب نہیں ہوئی، اسلئے اسکے بدل میں گائے خرید کر سات آدمی کی طرف سے جو قربانی کی ہے وہ سب کی طرف سے ہوگئی ہے، فتاوی ہندیہ میں اس مسئلہ کی صراحت موجود ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ۵/۲۹۴)

سوال: چند لوگوں نے ایک بڑے جانور میں شریک ہوکر قربانی کی، سب نے ایک حصہ کی رقم مشترک طور پر جمع کی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کی تو کیا یہ قربانی ہوگئی؟

جواب: مذکورہ صورت میں سب کی قربانی ہوگئی اور حضور اقدس صلی اللہ وسلم کی طرف سے بھی ہوگئی، ساتویں حصہ کی قیمت خواہ ایک شخص نے دی یا تمام شرکاء نے، بہر دو صورت قربانی درست ہوگئی۔ (الدر المختار علی رد المحتار: ۶/۳۶۶)

☆☆☆☆☆

پاسبان دین وملت

آخری قسط

طالب علم کے فضائل، حقوق اور آداب

خالد فیصل ندوی

طالب علم کے حقوق

طالب علم واقعۃً بہت فضیلت وعظمت، بڑی قدر ومنزلت اور عجیب شان وشوکت رکھنے والا ہے، اس سلسلہ میں قرآن وحدیث کے اندر بکثرت آیات اور احادیث وارد ہوئی ہیں، طالب علم کے فضائل ہی کی طرح ان کے حقوق بھی ہیں، ان حقوق میں سب سے بڑا حق یہ ہے کہ ان کے مقام ومرتبہ کا لحاظ رکھا جائے، ان کی آمد پر ان کا والہانہ استقبال کیا جائے، شایان شان اکرام کیا جائے، ان کے ساتھ اچھا معاملہ برتا جائے اور ان کے ساتھ نرم رویہ اختیار کیا جائے ایک حدیث میں آپ ﷺ نے اس سلسلہ میں اپنے صحابۂ کرامؓ کو بلا واسطہ اور اپنی پوری امت کو بالواسطہ حکم دیا کہ: ”دیکھو لوگ تمہارے تابعدار ہیں، اطراف عالم سے لوگ دین کا علم وفہم حاصل کرنے کے لئے تمہارے پاس آئیں گے، پس جب وہ آئیں تو ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے میں تم سب میری وصیت (خصوصی حکم) قبول کرو“۔ (ترمذی) نیز طالب علم کی عزت کرنا اور ان کا استقبال کرنا آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے بھی ثابت ہے، چنانچہ حضرت صفوان بن عسالؓ بیان کرتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں علم حاصل کرنے آیا ہوں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”طالب علم کو خوش آمدید ہو“۔ (طبرانی ومجمع الزوائد) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان قولی وعملی احادیث مبارکہ کی بناء پر حضرات صحابۂ کرامؓ خاص طور پر حضرت ابوسعید خدریؓ طالب علم کی بڑی عزت کیا کرتے تھے اور ان کا پرتپاک استقبال کیا کرتے تھے، چنانچہ ان کے شاگرد حضرت ابوہارون عبدیؒ بیان کرتے ہیں کہ ”جب حضرت ابوسعید خدریؓ ہمیں (طالبان علوم نبوت کو) دیکھتے تو فرماتے خوش آمدید ان لوگوں کو جن کے بارے میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں (نیک سلوک اور اچھا معاملہ کرنے کی) وصیت کی ہے۔“ (ترمذی) طالب علم دوران تعلیم سکون واطمینان، آرام وراحت اور سہولت وآسانی کا حق دار ہے، جسمانی وروحانی تکلیف واذیت اور بے جا سختی وتشدد اور ناروا ڈانٹ وپھٹکار تعلیم وتعلم کے لئے بہت زیادہ نقصان دہ ہے، حدیث پاک میں اس کی ممانعت اور نکیر وارد ہوئی ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”لوگوں کو علم دین سکھاؤ اور ان کے ساتھ آسانی کا برتاؤ کرو اور سختی کا برتاؤ نہ کرو۔“ (مسند احمد)

طالب علم کا دوسرا قابل ذکر حق یہ ہے کہ اس کے ساتھ تمام معاملات میں خیر خواہی کا رویہ اختیار کیا جائے، اس کی عمومی بھلائی وفائدہ کے لئے سعی وکوشش کی جائے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی کامیابی کے لئے دعاء والتجاء کی جائے کیوں کہ حصول علم کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعاء والتجاء کرنا بڑے فائدہ والا عمل ہے، اسلئے طالب علم کے تعلق والوں خاص طور سے ماں باپ اور اساتذہ واتالیق کو چاہئے کہ طالب علم کے لئے دعاء کرے، طالب علم کے لئے دعا کرنا مسنون اور مستحسن ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے عم زاد بھائی حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے لیے خصوصی دعا فرمائی، حضرت ابن عباسؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے سینہ مبارک سے لگایا اور یہ دعا فرمائی: یا اللہ! اسے قرآن کریم کا علم عطا فرما دیجئے“۔ (بخاری) دوسری روایت میں دعائے نبوی کیوں ہے کہ: ”اے اللہ! اسے دین کی فہم وبصیرت عنایت کردیجئے اور اے اللہ! اسے کتاب (قرآن مجید) کا علم عطا کردیجئے“۔

بلاشبہ طالب علم کے لئے خیر وبھلائی کی دعا کرنا بہت ہی مؤثر اور مفید عمل ہے، اس کے برعکس اس کے کسی عمل وحرکت سے خفا ہوکر طالب علم کو بددعا دینا بہت ہی نقصان پہنچانے والا عمل ہے، ہر حال میں اس سے بچنا اور احتیاط کرنا چاہئے۔

طالب علم کا تیسرا سب سے قابل توجہ اور لائق لحاظ حق یہ ہے کہ طالب علم کو علم دین حاصل کرنے کے پورے مواقع فراہم کئے جائیں، علم دین سے محبت، قربت اور تعلق ان کے اندر پیدا کی جائے، علم دین سے کسی بھی حال میں ان کو متنفر نہ ہونے دیا جائے، بلکہ ان کے اندر علم دین حاصل کرنے کا شوق وجذبہ پیدا کیا جائے، ان کے اندر موجود خفتہ صلاحیت اجاگر کی جائے، استعداد ولیاقت بڑھانے کے لئے ان سے علمی ودینی سوالات کئے جائیں، صحیح جواب ملنے پر ان کی ہمت افزائی کی جائے اور ان کو شاباشی دی جائے، چنانچہ ایک دفعہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعبؓ سے سوال فرمایا کہ کیا تجھے معلوم ہے کہ کتاب اللہ کی سب سے عظیم آیت کون سی ہے؟ حضرت ابی بن کعبؓ نے جواب دیا کہ آیت الکرسی سب سے عظیم وبابرکت آیت ہے، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہوکر ان کے سینہ پر اپنا دست مبارک رکھا اور فرمایا کہ: ابوالمنذر! تجھے علم (صحیح جواب کی

توفیق) مبارک ہو۔" (مسلم) لیکن سوالات کے صحیح جواب اگر نہ مل سکیں تو استاد و مربی کو صحیح جواب بتا دینا چاہئے، چنانچہ آپ ﷺ نے ایک دفعہ حضرات صحابہؓ سے پوچھا کہ درختوں میں ایک ایسا درخت ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور اسکی مثال مسلمان کی طرح ہے، وہ درخت کونسا ہے؟ اس سوال پر لوگ جنگل کے مختلف درختوں (کی بحث) میں پڑ گئے، جب کوئی جواب نہ بن پڑا تو انھوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمیں بتادیں! آپ نے فرمایا کہ: "وہ کھجور کا درخت ہے"۔ (بخاری) یقیناً صحیح جواب بتانا مسنون اور مفید عمل ہے، اس کے بعد طالب علموں سے تسلی آمیز گفتگو کرنی چاہئے اور ان کے اندر درس و قرأت اور مطالعہ و تحقیق کا داعیہ پیدا کرنا چاہئے اور علم دین حاصل کرنے میں محنت و لگن اور توجہ و التفات کا جذبہ ابھارنا چاہئے اور اس سلسلہ میں تکلیف و مشقت برداشت کرنے کا خوگر بنانا چاہئے اور پیار و محبت سے ان کو سمجھانا چاہئے کہ وہ اپنے قیمتی اوقات کو علم دین کی طلب و حصول میں لگائیں اور ایک لحہ بھی ضائع نہ کریں، اس سلسلہ میں سب سے زیادہ مفید طریقہ یہ ہے کہ طالب علموں کو درس کے اندر و باہر ان کے نام یا کنیت سے خطاب کیا جائے، طالب علموں کو نام یا کنیت سے مخاطب کرنے سے ان سے اندر اپنائیت کا جذبہ موجزن ہوتا ہے اور علم دین کے حصول کی طرف توجہ و لگن بڑھ جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ اپنے صحابہ کرامؓ کو ان موقعوں پر نام و کنیت لے کر مخاطب فرماتے تھے، چنانچہ ایک موقع پر آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو ان کا نام لے کر مخاطب فرمایا۔ (نسائی) نیز ایک دفعہ آپ ﷺ نے حضرت ابو سعید خدریؓ کو بھی ان کے نام سے خطاب فرمایا۔ (مسلم) اسی طرح آپ ﷺ نے ایک موقع پر حضرت ابی بن کعبؓ کو ان کی کنیت ابو المنذر سے خطاب فرمایا۔ (مسلم) نام و کنیت سے خطاب محبت و الفت، ربط و تعلق، قربت و اپنائیت اور توجہ و التفات کے ضامن ہیں اور اس کے برعکس برے نام و لقب سے پکارنا نفرت و عداوت، بگاڑ و فساد اور بے توجہی و بے التفاتی پر منتج ہوتا ہے، اسلام میں اسکی ممانعت آئی ہے۔

طالب علم کی ذمہ داریاں

طالب علم کے فضائل اور حقوق ہی کی طرح کتاب و سنت میں ان کی بہت سی ذمہ داریاں بیان کی گئی ہیں، اخلاص و للّٰہیت، تقویٰ و طہارت، محنت و لگن، ثبات و استقامت، علم دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرنے کی سعی و کوشش، کتابوں اور اساتذہ کا احترام و اکرام، مدارس و مکاتب کا پاس و لحاظ، ساتھیوں کے ساتھ تعاون و ہمدردی، حاصل کردہ علم کے مطابق عمل، اپنوں کے درمیان امر و نہی اور انذار و تبشیر، عام لوگوں کو دعوت و تبلیغ اور علم دین کی نشر و اشاعت وغیرہ ذمہ داریاں سرفہرست ہیں، ان میں سب سے اہم اور قابل توجہ ذمہ داری یہ ہے کہ ہر طالب علم علوم نبوت (قرآن، حدیث اور فقہ) حاصل کرنے کے دوران اپنی نیت یہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے اور دنیا و آخرت میں وہ کامیاب و کامراں ہوں، کیوں کہ دین اسلام میں صدق و اخلاص کی بڑی قدر و قیمت ہے بلکہ ہر کام میں یہی مطلوب و محمود ہے اور ہر کام کا اجر و ثواب اسی پر منحصر ہے، چنانچہ مشہور حدیث میں ہے کہ: "اعمال (کے اجر و ثواب) کا دار و مدار نیتوں پر ہی (موقوف) ہے اور ہر شخص کو اسکی نیت کے مطابق ہی (اجر و ثواب) ملے گا۔" (بخاری و مسلم) علم دین کا حاصل کرنا بھی دینی کام ہے، اس سلسلہ میں اچھی نیت رکھنا بڑے اجر و ثواب کا باعث ہے، لیکن نام و نمود کے لئے علم حاصل کرنا اور اسکی خدمت کرنا بالکل بے فائدہ ہے، بلکہ جہنم کا موجب ہے، ایک حدیث میں ہے کہ: "قیامت کے دن فیصلہ (ریاکار شہید کے فیصلہ کے بعد) سب سے پہلے (نام و نمود والے عالم و قاری) شخص کے بارے میں ہوگا، اس شخص کے بارے (جہنم میں ڈالنے کا حکم الٰہی ہوگا اور اس کو اس کے منھ کے بل گھسیٹ کر لے جایا جائے گا یہاں تک کہ جہنم کی آگ میں پھینک دیا جائے گا۔" (مسلم مختصراً) اسی طرح دنیاوی مقاصد کے لئے علم دین حاصل کرنا بہت ہی ناپسندیدہ عمل ہے اور ایسا کرنے والا جہنم کا سزاوار ہے، ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ: "جس نے اس مقصد سے علم حاصل کیا کہ اس کے ذریعہ سے علماء دین سے مقابلہ کرے یا بے وقوفوں سے بحث کرے یا لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں ڈالیں گے۔" (ترمذی و ابن ماجہ) نیز دنیاوی مقاصد کے حصول کے لئے علم دین حاصل کرنا جنت سے محرومی کا موجب ہے، آپ ﷺ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے اس علم کو سیکھا جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کی جاتی ہے، مگر اس نے صرف اس مقصد سے (علم دین) سیکھا کہ اس علم کے ذریعہ دنیا کی متاع حاصل کرے تو قیامت کے دن اس کو جنت کی خوشبو بھی نصیب نہیں ہوگی۔" (ابوداؤد) درحقیقت علم دین کے حصول میں صدق و اخلاص بہت ہی مؤثر اور مفید عنصر ہے، ہر طالب علم کو اپنی نیت کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے اور حسن نیت کی توفیق اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہنا چاہئے اور علم دین کے حصول میں یکسوئی اور انہماک سے مشغول رہنا چاہئے، انشاء اللہ علم دین کی طلب و حرص حسن نیت پر منتج ہوگی، چنانچہ حضرت سفیان ثوریؒ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا ہے کہ "ان (طالب علم) لوگوں کا حصول علم دین میں لگنا ان کی نیتوں کی اصلاح

کا ذریعہ ہے"۔

طالب علم کی دوسری اہم ذمہ داری یہ ہے کہ وہ دوران طالب علمی طاقت بھر اپنے حاصل کردہ علم کے مطابق عمل کرے، کیوں کہ کتاب و سنت کے مطابق عمل کرنے سے دنیا و آخرت بنتی اور سنورتی ہے نیز حاصل کردہ علم کے مطابق عمل کرنے سے دنیا میں خیر و برکت حاصل ہوتی ہے اور آخرت میں بڑی قدر و منزلت حاصل ہوگی، ایک حدیث میں ہے کہ: "جو شخص قرآن کریم پڑھے، اسے سیکھے اور اس پر عمل کرلے تو اس کو قیامت کے دن تاج پہنایا جائے گا"۔ (مسند حاکم) اس لئے ہر طالب علم کو چاہئے کہ اپنے علم سے فائدہ اٹھائے، اس کے مطابق زندگی گزارے اور بے عملی سے بچے کیوں کہ علم کے باوجود عمل نہ کرنا دنیا میں تباہی و بربادی کا باعث ہے اور آخرت میں ذلت و رسوائی اور سخت عذاب و مواخذہ کا سبب ہے، ایک حدیث میں ہے کہ "قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بدترین شخص وہ عالم دین ہے جس نے اپنے علم سے فائدہ نہیں اٹھایا"۔ (دارمی) ایک دوسری حدیث میں ہے کہ "قیامت کے دن لوگوں میں سب سے سخت عذاب اس عالم پر ہوگا، جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے علم سے فائدہ مند نہیں کیا۔" نیز عمل سے عاری علم صاحب علم کے لئے دنیا و آخرت میں وبال جان ہے، ایک حدیث میں ہے کہ "علم دو طرح کا ہوتا ہے، ایک وہ علم جو دل میں اتر جائے وہی علم نافع ہے اور دوسرا وہ علم ہے جو صرف زبان پر ہو (یعنی اخلاص و عمل سے خالی ہو) تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے خلاف (اس کے مجرم ہونے کی) دلیل و حجت ہے۔ (ترغیب) اسی طرح قیامت کے دن علم کے مطابق عمل کرنے کے بارے میں باز پرس ہوگی، ایک حدیث میں ہے کہ: "قیامت کے دن آدمی کے دونوں پاؤں اس وقت تک (حساب کی جگہ سے) نہیں ہٹ سکتے جب تک اس سے ان چیزوں کے بارے میں پوچھ نہ لیا جائے، اپنی عمر کس کام میں گزاری؟ اپنے علم پر کتنا عمل کیا؟ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اپنی جسمانی طاقت کس کام میں لگائی؟" (ترمذی) علم کے مطابق عمل نہ کرنا، طالب علم کی شان کے خلاف ہے، بلکہ علم کے باوجود بے عملی والی زندگی سراسر جہالت و نادانی ہے، ایک حدیث شریف میں ہے کہ: "بعض علم رکھنے والے علمی سمجھ بوجھ نہیں رکھتے اور جس کا علم اسے فائدہ نہ پہنچائے تو اس کی جہالت اسے نقصان پہنچائے گی، قرآن کریم کو تم اس وقت پڑھنے والے (شمار) ہوگے جب تک کہ وہ قرآن تمہیں (گناہوں اور برائیوں سے) روکتا رہے اور اگر وہ تمہیں نہ روکے تو تم اسکو اصل میں پڑھنے والے ہی نہیں ہو۔" (طبرانی و مجمع الزوائد)

طالب علم کی تیسری اہم ترین ذمہ داری یہ ہے کہ ہر طالب علم اپنے اندر عجز و انکساری پیدا کرے اور علم دین، کتاب، استاذ، درس گاہ اور کاغذ و قلم کی عظمت و اہمیت اپنے دل میں جاگزیں رکھے، ان سب کے لئے تواضع و انکساری، تعظیم و تکریم اور ادب و احترام کا جذبہ اپنے اندرون میں موجزن رکھے، اگر طالب علم نے علم اور علم سے وابستہ تمام وسائل و ذرائع کی کما حقہ عزت و احترام کی تو ایسا طالب علم حقیقت میں علوم نبوت کے حصول کا اصل مستحق ہے اور یہی طالب علم علوم نبوت کا سچا امین و وارث ہے، اس سلسلہ میں وارد احادیث و آثار اور اقوال سلف ہم تمام کے لئے مشعل راہ ہیں، حقیقت میں علم دین اس زمین پر اللہ تعالیٰ کی روشنی ہے، استاد، معلم و مربی اور شارح و ترجمان ہے، کتاب علم و عرفان کا منبع و مخزن ہے، درس گاہ علم و عرفان کا مرکز و محور ہے اور کاغذ و قلم علم و عرفان کے حقیقی ذریعہ اور وسیلہ ہیں، اسی لئے ان سب کا ادب و احترام حصول علم کے لئے بہت ضروری ہے، علم نور الٰہی ہے اور بے ادبوں اور نافرمانوں کو علم دین سیکھنے کی توفیق نہیں ملے گی، یقیناً ادب و احترام سے ہی علم کی دولت نصیب ہوتی ہے، حضرت یوسف بن حسینؒ نے بالکل بجا فرمایا ہے کہ: "ادب سے علم سمجھ میں آتا ہے اور علم سے عمل کی تصحیح ہوتی ہے اور عمل سے حکمت حاصل ہوتی ہے"۔ اسی طرح ایک بڑے امام کا قول کس قدر قابل توجہ ہے کہ: "ہم نے اس علم کو تعظیم کے ذریعہ حاصل کیا، سادہ کاغذ بھی بغیر وضو کے ہاتھوں میں نہیں لیا"۔ کتاب کی عظمت و احترام کے سلسلہ میں امام مذکور کا قول و عمل بھی قابل اتباع اور لائق تقلید ہے، انہوں نے فرمایا ہے کہ: "ہم کو علم جو حاصل ہوا اس میں علم کی عظمت کو بڑا دخل ہے، میرا یہ حال تھا کہ کبھی کسی کتاب کو بلا وضو نہیں چھوتا تھا۔" اساتذہ روحانی باپ کی حیثیت رکھتے ہیں، نہایت ہی تعظیم و تکریم اور بڑی عزت و احترام کے حق دار ہیں، اس سلسلہ میں آپ ﷺ کا ارشاد عالی ہم تمام کے لئے مینارۂ نور و ہدایت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ "میں تمہارے لئے باپ کے درجہ میں ہوں، میں تمہیں تعلیم دیتا ہوں"۔ (ابوداؤد) اور اس سلسلہ میں اسلاف کرامؒ اور اکابرین عظامؒ کا عمل ہم تمام کے لئے قابل تقلید نمونہ ہے، یہ واقعہ کس قدر سبق آموز ہے کہ کتاب و سنت کے بہت بڑے عالم حضرت سیدنا زید بن ثابتؓ نے ایک مرتبہ جنازہ کی نماز پڑھائی، واپسی کے وقت سواری لائی گئی تو کتاب و سنت کے حافظ و ترجمان حضرت عبداللہ بن عباسؓ آگے بڑھے اور سواری کی رکاب تھام لی، اس پر حضرت زیدؓ نے فرمایا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی! آپ ایسا نہ کریں تو حضرت ابن عباسؓ نے عرض کیا کہ جی نہیں! میں یہ رکاب ضرور

پکڑوں گا کیوں کہ حضرات علماء اور اکابرین امت کا یہ حق ہے کہ ان کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کیا جائے۔ (جامع بیان العلم) اسی طرح حضرت امام شعبہؒ کا قول کس قدر فصیحت آمیز ہے، انہوں نے فرمایا کہ ”جس سے میں نے ایک حدیث بھی پڑھی ہے وہ میرے آقا ہیں اور میں ان کا ادنیٰ غلام ہوں“۔ (حوالہ سابق) حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے عمل میں ہمارے لئے کیا خوب رہنمائی ہے، یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ”حضرت امام احمد بن حنبلؒ ادب کی وجہ سے اپنے استاد (محترم) کا نام نہ لیتے تھے، بلکہ ان کا ذکر ان کی کنیت کے ساتھ کیا کرتے تھے“۔

اسی طرح ہر درسگاہ کی نسبت مسجد نبوی، صفہ نبوی اور دارارقم سے ہے، تعلیم وتعلم کی بناء پر ہر درسگاہ ایک حدیث کی روشنی میں برکت ورحمت کی جگہ ہے، جہاں فرشتے نازل ہوتے ہیں اور سکینت کا نزول ہوتا ہے۔ (مسلم) اسلئے ہر درسگاہ ہماری طرف سے عظمت واحترام کے قابل ہے، بہرحال علم اور علم سے وابستہ سارے عناصر کی عزت وعظمت اور قدر ومنزلت ضروری ہے؛ لیکن علم اور استاد کے بارے میں امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کا فرمان پیروی وبجا آوری کے لائق ہے اور آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے، انہوں نے ہم طالب علموں کو یہ حکم دیا کہ ”اچھی طرح علم حاصل کرو، اس کے لئے سکینت اور وقار بھی سیکھو، جن سے علم حاصل کرتے ہو اور جنہیں علم سکھاتے ہو، ان کے لئے تواضع اور عاجزی اختیار کرو“۔ (دیکھئے: جامع بیان العلم)

مذکورہ بالا تین ذمہ داریوں کے علاوہ اور بھی بہت سی ذمہ داریاں طالب علموں پر عائد ہوتی ہے؛ لیکن سورہ توبہ/۱۲۲ میں انذار وتبشیر پر مشتمل دعوت وتبلیغ طالب علم کی اہم ترین ذمہ داری بتلائی گئی ہے، اسی طرح ایک حدیث میں دین کو اس کی صحیح صورت میں لوگوں کے سامنے پیش کرنا، دین کے نام سے دین میں جاری رسم ورواج کا خاتمہ کرنا اور دین کے تعلق سے لوگوں کے اندر غلط خیالات وافکار کی بیخ کنی کرنا ہم طالب علموں کی بڑی ذمہ داریاں بتائی گئی ہیں، چنانچہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دور میں علم دین کی صحیح معرفت حاصل کرنے والوں کی پیشین گوئی فرماتے ہوئے یہ اہم ترین ذمہ داریاں ان پر عائد کی ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”آئندہ آنے والے ہر گروہ میں سے اچھے اور نیک لوگ اس علم (کتاب وسنت کے علم) کو حاصل کریں گے (اور پھر) اس علم کے ذریعہ غلو کرنے والوں کی تحریف کو مٹائیں گے، غلط کاروں کی غلطیوں کو رفع کریں گے اور (آیات قرآنی اور احادیث نبوی کی روشنی میں) جاہلوں کی تاویلوں کا رد کریں گے“۔ (بیہقی)

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم تمام طالب علموں کو اپنا مقام ومرتبہ پہچاننے والا، علم دین کی صحیح قدر وقیمت جاننے والا اور طالب علمانہ تمام واجبات وذمہ داریوں کو انجام دینے والا بنادے، آمین۔ اس سلسلے میں ہم تمام آپ ﷺ کی جامع ترین دعاء کو اپنا معمول بنالیں اور ہمیشہ اور ہمہ وقت اس کا ورد کریں وہ مبارک ومسنون دعاء یہ ہے: ”اللّٰھم انفعنی بما علّمتنی وعلّمنی ما ینفعنی وزدنی علماً والحمد للّٰہ علیٰ کل حال“۔ (ابن ماجہ)

☆☆☆☆☆

دعائے مغفرت

☆سابق سفیر دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا مجیب اللہ قاسمی ۳ رنومبر ۲۰۱۱ء کو صبح ۹ بجے طویل علالت کے بعد اپنے مالک حقیقی سے جاملے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم ۱۹۶۰ء میں معہد دارالعلوم (ثانویہ) میں بحیثیت مدرس متعین ہوئے، کئی برس تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد ۱۹۷۳ء میں شیموگہ (کرناٹک) چلے گئے، دوبارہ ۱۹۷۵ء میں ندوۃ العلماء کے پچاسی سالہ جشن تعلیمی سے پہلے پھر آئے اور ندوۃ العلماء کے اردو ترجمان ”تعمیر حیات“ سے منسلک ہوگئے، اس وقت ایڈیٹر ”تعمیر حیات“ مولانا محمد اسحاق جلیس ندویؒ (مصنف تاریخ ندوۃ العلماء) تھے، پھر مطبخ دارالعلوم میں بحیثیت انچارج تبادلہ کردیا گیا، ۱۹۹۰ء تک یہیں رہے، اس کے بعد دارالعلوم کی سفارت کی، ۲۰۰۶ء میں سبکدوشی کے بعد لکھنؤ کے ایک محلہ بلوچ پورہ میں قیام رہا، اس درمیان مع اہلیہ حج کی سعادت سے سرفراز بھی ہوئے۔

☆مولانا محمد قیصر حسین ندوی استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء کی والدہ ماجدہ کا دو ماہ کی علالت کے بعد ۱۷ رنومبر ۲۰۱۱ء/ ۲۰ رذی الحجہ ۱۴۳۲ھ بروز جمعرات صبح نو بجے اپنے وطن مدھوبنی، بہار میں تقریباً اسی سال کی عمر میں انتقال ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

☆دفتر ”تعمیر حیات“ کے سابق خادم محمد مرتضیٰ مرحوم کے پانچویں فرزند محمد جمیل کا عید الاضحیٰ سے ایک روز قبل ۹ رذی الحجہ ۱۴۳۲ھ/ ۶ رنومبر ۲۰۱۱ء کو انتقال ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم محمد جمیل کی عمر صرف بارہ سال تھی، وہ چھ برس کی عمر سے ہی بیمار رہنے لگا تھا، اخیر تک بیماری اس کے ساتھ لگی رہی، البتہ درمیان میں کمی بیشی ہوتی رہی، آخر رب حکیم کا فیصلہ آگیا اور وہ آخرت کو سدھار گیا، مرحوم کے پانچ بھائی اور ایک بہن ہیں، والدہ بھی باحیات ہیں، اللہ تعالیٰ سب کو صبر جمیل عطا کرے اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔ قارئین ”تعمیر حیات“ سے ان سب کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

☆☆☆☆

مثالی حکمراں

زہد وقناعت کی تابندہ مثال

.....ادارہ

جب ملک فتح ہوگئے اور فتوحات کے دروازے کھل گئے، تو حضرت عمرؓ کے بارے میں صحابہؓ نے مشورہ دیا کہ اب یہ بوڑھے ہوگئے ہیں اور فتوحات ہوگئیں ہیں، اب ان کی زندگی بڑی مشقت والی ہے، انہیں چاہئے کہ اچھا کھائیں، اچھا لباس پہنیں، کوئی خادم رکھ لیں، جو کھانا پکایا کرے اور لباس وآرام کا خیال کیا کرے، علی، عبدالرحمٰن، عثمان، طلحہ، زبیر، سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ چھ بڑے صحابہ آپس میں مشورہ کررہے ہیں، انہوں نے کہا: بات کون کرے؟

طے یہ ہوا کہ حضرت حفصہؓ سے کہو جو حضرت عمرؓ کی بیٹی اور ام المؤمنین ہیں، حضرت حفصہؓ کے پاس آئے اور بات عرض کی کہ امیر المؤمنین کو اب سختی پر نہیں رہنا چاہئے، تھوڑی نرمی پر آجانا چاہئے اور ان سے بات کریں، اگر مان جائیں تو ہمارا نام بتادیجئے، اگر نہ مانیں تو ہمارا نام ظاہر نہ کیجئے۔

حضرت عمرؓ تشریف لائے، حضرت حفصہؓ نے کہا: اباجان! اب آپ بوڑھے ہوچکے ہیں، اگر آپ خادم رکھ لیں جو آپ کے لئے کھانا پکایا کرے، لباس اچھا پہن لیا کریں، آپ کے پاس دور دور سے وفد آتے ہیں، کچھ آرام کرلیا کریں۔ فرمایا: حفصہؓ یہ بات کس نے تجھ سے کہی ہے؟

فرمایا کہ پہلے آپ یہ بتائیے مانتے ہو کہ نہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اگر مجھے یہ پتہ چل جائے کہ یہ بات کن لوگوں نے کہی ہے، تو میں مار مار کے ان کے چہرے لہولہان کردوں، اے حفصہ! گھر والے کو پتہ ہوتا ہے کہ گھر کا کیا حال ہے۔ تو نبی ﷺ کی بیوی ہے، تجھے اچھی طرح یاد ہے کہ حضور ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے اور کبھی پیٹ بھر کے کھانا نہیں کھایا، اے حفصہ! تجھے یاد ہے تو نے ایک مرتبہ چھوٹی سی میز پر آپ ﷺ کے لیے کھانا رکھ دیا تھا اور حضور ﷺ آئے تھے اور آپ ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ کھانا نیچے رکھو، میں میز پر نہیں کھاؤں گا، آپ ﷺ نے کھانے کو نیچے رکھ کر کھانا کھایا تھا اور حفصہ تجھے یاد ہے کہ حضور ﷺ کے پاس ایک ہی جوڑا تھا جسے وہ دھوکر پہنتے تھے اور کبھی ایسا ہوتا تھا کہ ابھی وہ خشک نہیں ہوتا تھا کہ نماز کا وقت ہوجاتا تھا اور بلالؓ آکے کہتے تھے: یارسول اللہ! ”الصلوٰۃ الصلوٰۃ“ اور آپ ﷺ انتظار کرتے رہتے تھے، یہاں تک کہ جوڑا خشک ہوتا تھا اور اسی کو پہن کر جاتے تھے۔

اے حفصہ! تجھے اچھی طرح یاد ہے کہ تیرے گھر میں ایک ٹاٹ تھا جسے تو دوہرا کر کے بچھاتی تھی، رات آپ ﷺ کے آرام کیلئے ایک رات تو نے چوہرا کر کے بچھادیا، تو آپ نے فرمایا: اے حفصہؓ! اس ٹاٹ کو دوہرا کردے، اس نے رات کو کھڑا ہونے سے مجھے روک دیا، اے حفصہؓ! تجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک عورت نے حضور ﷺ کو دو چادریں ہدیہ میں بھیجی تھیں، ایک چادر پہلے بھیج دی، دوسری چادر دیر سے بھیجی تو آپ ﷺ کے پاس کوئی کپڑا نہیں تھا، اسی چادر کو آپ ﷺ کانٹوں سے سی کر اور گانٹھ کر اسے پہن کر نماز پڑھائی تھی۔ اے حفصہؓ! گھر والا اچھی طرح سمجھتا ہے اور پھر رونا شروع کیا، حضرت حفصہؓ کی بھی چیخیں نکل رہی ہیں اور حضرت عمرؓ کی بھی چیخیں نکل رہی ہیں اور فرمایا: حفصہؓ تن لے میری مثال اور میرے ساتھیوں کی مثال ایسی ہے، تین راہی ہیں، تین مسافر ہیں، ایک اٹھا، منزل کو چلا، ایک راستہ پر چلا اور وہ چلتا چلتا منزل مقصود پر پہنچ گیا، پھر دوسرا اٹھا، منزل کو چلا اور وہ چلتا چلتا منزل مقصود پر پہنچ گیا، اب تیسرے کی باری ہے اور میں تیسرا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں اپنے نفس کو مجاہدے پر رکھوں گا اور دنیا کی لذتوں سے ہٹا کر چلوں گا، یہاں تک کہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل جاؤں، اگر میں نے اپنے راستے کو جدا کردیا، تو میں اپنے ساتھیوں سے نہیں مل سکتا، میں اسی طرح چلوں گا۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ حضرت حفصہ بنت عمرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا اے امیر المؤمنین! کیا ہی اچھا ہوتا اگر آپ ان (کھردرے) کپڑوں سے زیادہ نرم کپڑے پہنتے اور اپنے اس کھانے سے زیادہ عمدہ کھانا کھاتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رزق میں بڑی وسعت عطا فرمادی ہے اور مال بھی پہلے سے زیادہ عطا فرمایا ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا: تمہارے خلاف دلیل تم سے ہی مہیا کرتا ہوں، کیا تمہیں حضور ﷺ کی مشقت اور سختی والی زندگی یاد نہیں، چنانچہ حضرت عمرؓ ان کو حضور ﷺ کی معیشت کی تنگی کے واقعات یاد دلاتے رہے، یہاں تک وہ رونے لگیں، پھر ان سے فرمایا: تم نے مجھے یہ کہا ہے، لیکن میرا فیصلہ یہ ہے کہ جہاں تک میرا بس چلے گا، میں مشقت اور تنگی والی حضور ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ دونوں حضرات جیسی زندگی گزاروں گا تاکہ مجھے آخرت میں نعمتوں اور راحتوں والی دونوں حضرات جیسی زندگی مل سکے۔ (حیاۃ الصحابہ: ۲/ ۴۷)

☆☆☆☆☆

خبر و نظر

عالم اسلام

جاوید اختر ندوی

سعودی عرب نے سویڈن میں عظیم الشان مسجد تعمیر کرائی

سعودی حکومت کی جانب سے مختلف ممالک میں دینی، دعوتی اور رفاہی کاموں کا سلسلہ مختلف سعودی تنظیموں اور براہ راست حکومت کی جانب سے بھی جاری رہتا ہے، وہاں کے حکمرانوں کو اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق دی ہے کہ یہ حضرات دینی اور دعوتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔

چنانچہ بہت سارے یورپین ممالک میں سعودی حکومت کی جانب سے مساجد، اسلامک سنٹرز اور دینی مراکز ورفاہی ادارے قائم کئے جاتے ہیں، اس کی تفصیل بیان کرنے کا یہاں موقع نہیں ہے۔

ماہ رفتہ سویڈن کے مسلمانوں نے 'گوتنبرگ' شہر میں ۱۱ملین ڈالرز کی لاگت سے تعمیر کی جانے والی عالیشان مسجد کی افتتاحی تقریب منعقد کی، اس تقریب میں پارلیمنٹ کے مختلف ممبران کے علاوہ 'گوتنبرگ' پولیس کے چیف، سعودی عرب کے سفیر نیز سعودی عرب کی وزارت مالیات اور وزارت برائے اسلامی امور کے ذمہ داروں اور نمائندوں نے شرکت کی۔

سویڈش مسلمانوں نے اس موقع پر ایک عظیم الشان مسجد اور اسلامک سنٹر کی تکمیل پر جہاں دلی مسرت کا اظہار کیا، وہیں سعودی حکومت اور اس کے عوام کو خراج تحسین پیش کیا، کہ ان کے خطیر مالی تعاون سے یہ عظیم کام پایۂ تکمیل کو پہونچا۔

واضح رہے کہ یہ مسجد دو حصوں میں منقسم ہے، پہلے حصہ میں مسجد کا وسیع وعریض ہال ہے جس میں بیک وقت ۲۵۰ مرد اور ۲۵۰ خواتین نماز پڑھ سکتی ہیں، نیز اس حصہ میں وضو کی جگہ، بیت الخلاء، میت کے لیے تجہیز وتکفین کا خاص کمرہ بھی شامل ہے، جب کہ دوسرا حصہ دو منزلہ ہے جس میں مختلف دفاتر، میٹنگ ہال، بیت الخلاء اور لفٹ شامل ہیں۔

مسجد کی افتتاحی تقریب کے موقع پر یہاں کے عوام میں ایک الگ ہی اندرونی خوشی اور مسرت کا احساس پایا جارہا تھا، ہر ایک اس کو دیکھنے اور مشاہدہ کرنے کا متمنی نظر آرہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس طرح بڑی دولت ایمانی عطا کی تھی۔

فلپائن میں اسلام اور مسلمان

ملک فلپائن میں مسلمانوں کا تناسب مطابق ۵تا۹ فیصد ہے، یہاں اسلام قدیم ترین مذہب ہے، جو ۱۲ویں اور ۱۴ویں صدی کے درمیان خلیج عرب اور جنوبی ہندوستان کے ساحل مالابار سے آنے والے مسلم تجار اور مالے آرکسی پیلاگو میں کئی سلطنتوں اور حکومتوں کے پیروکاروں کے ساتھ یہاں پہنچا، فلپائن ۲۴ر اکتوبر ۱۹۴۵ء کو اقوام متحدہ کا رکن بنا، اس کا قومی دن ۱۲ر جولائی کو یوم آزادی کے طور پر منایا جاتا ہے۔ یہاں ۶۱ فیصد آبادی شہروں میں رہتی ہے، نسلی گروپوں میں کرسچین مالے ۵ء۹۱ فیصد اور مسلم مالے ۴ فیصد، چینی ۱ء۵ فیصد ہیں، اہم زبانوں میں فلپائنو، انگلش (دونوں سرکاری) اور کئی دوسری بولیاں ہیں، اہم مذاہب میں مسلمانوں کے علاوہ رومن کیتھولک ۸۳ فیصد اور پروٹسٹنٹ ۹ فیصد ہیں، ۱۳۷۰ء میں پہلا عرب تاجر کریم المخدوم فلپائن میں سولو آرکی پیلاگو اور بولو میں پہنچا، اس نے ملک بھر میں اسلام کو پھیلانے کا کام کیا، ۱۸۹۰ء میں نیسانگ کا باؤ کے شہزادہ باگونندا اور اس کے ساتھیوں نے جرائم میں اسلام کی تبلیغ کی، فلپائن میں پہلی شیخ کریم المخدوم مسجد ۱۴ویں صدی میں منداناؤ میں ہجونوئی میں تعمیر کی گئی، آگے چل کر ملیشیا اور انڈونیشیا کو سیاحت کے لئے آنے والے عربوں کی بستیوں نے فلپائن میں اسلام کو مستحکم کرنے میں مدد کی، فلپائن میں قائم ہونے والے اسلامی صوبوں میں سلطنت ماگوئنداناؤ، سلطنت سولو اور جنوبی فلپائن کے دوسرے حصے ہیں۔

۴ر جولائی ۱۹۴۱ء کو فلپائن کی آزادی کا اعلان کیا گیا، ۵ویں صدی کے آخر میں وسطی فلپائن کے وسایاس کا بڑا حصہ اور شمالی فلپائن کے سوزون کا نصف نیز جنوب میں منداناؤ کے جزیرے بورینو کی مسلم سلطنتوں کا حصہ بن گئے تھے اور جنوبی فلپائن کے باشندوں کی ایک بڑی تعداد نے اسلام قبول کرلیا تھا، ۱۵ویں صدی میں ہی اسلام سولو مجمع الجزائر میں مقبولیت حاصل کر چکا تھا اور وہاں سے منداناؤ میں پھیلا، جو مغیلا علاقہ تک ۱۹۶۵ء میں پہنچا، وقتاً فوقتاً مقامی آبادی سے کچھ جھڑپیں اور مزاحمتیں بھی ہوتی رہیں، مورو اسپانیارڈ فلپائنی مسلمانوں اور قبائلی گروپوں سے آباد ہے، مسلم منداناؤ میں خودمختار علاقے میں یوں تو تمام ہی فلپائن آباد ہیں تاہم ایسا بیلاشبہ کے علاوہ یہاں غالب اکثریت مسلمانوں کی آبادی ہے، لاناؤ

ڈیل سر، ناگوئنداناؤ، سولو تاوی اور اسلامی شہر ماراوی میں بھی مسلمانوں کی اکثریت ہے، یہ واحد ایسا علاقہ ہے جس کی اپنی حکومت ہے، علاقائی راجدھانی کوٹاباٹو شہر ہے، اگرچہ یہ شہر اس کے دائرہ سے باہر ہے۔

یہاں مسلم امور کا محکمہ رمضان سے متعلق مسائل کی نگرانی کرتا ہے، اسلامی امور کے ذمے داران ثقافتی لحاظ سے واضح امور پر توجہ دیتے ہیں اور مسلم عوام کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانے کے ساتھ ساتھ مذہبی تقریبات کی اہمیت پر بھی روشنی ڈالتے ہیں، فلپائن کی علماء لیگ اسلام کے سلسلے میں ریڈیو وغیرہ سے ایسے لیکچرس کا اہتمام کرتی ہے جن میں مختلف قبائل اور مکاتب فکر حصہ لیتے ہیں، قرأت قرآن کے مقابلے بھی کراتی ہے، لیگ روحانیت کو بیدار کرنے کے لئے تربیت وتزکیہ کے پروگراموں کا بھی اہتمام کرتی ہے، جس سے فلپائن میں اسلامی طبقہ دوسروں کے ساتھ گھل مل کر مربوط رہ سکے، اس وقت فلپائن میں ڈائنامک مسلم لیڈرشپ ابھر رہی ہے، اگرچہ وہ ابھی تک کابینہ میں نہیں پہنچی ہے، تاہم ایسی شخصیات کا رول بہت اہمیت کا حامل ہے جو مسلمانوں کی غربت وافلاس، سماجی پسماندگی اور تعلیم کے میدان میں محدود وسائل جیسے مسائل کو حل کرنے میں مددگار ہے۔

یونان میں قانونی طور پر تعمیر مسجد کی اجازت

برسوں کی محنت اور قانونی جدوجہد کے بعد یونان (گریس) کے دارالخلافہ ایتھنز میں بالآخر ملک کی پارلیمنٹ نے مسجد کی تعمیر کے حق میں اپنی منظوری دے دی۔

ایتھنز میں گزشتہ کئی سال سے مسلمان مسجد کی تعمیر کے لیے قانونی جدوجہد کررہے تھے، مگر مقامی غیر مسلم افراد کی کونسل اور ملک کی سب سے بڑی سیاسی پارٹی لارس کی جانب سے مخالفت کی وجہ سے مسجد کی تعمیر کے لیے اجازت کا ملنا نہایت دشوار ہورہا تھا، بالآخر پارلیمنٹ میں مسجد کی تائید میں ۱۹۸ ممبران نے اور مخالفت میں ۱۶ ممبران نے ووٹ دے کر مسجد کی تعمیر کو منظوری دے دی۔

یہ واضح رہے کہ یونان کے شہر ایتھنز میں مسلمانوں کی تعداد پچاس ہزار سے متجاوز ہے جن کا تعلق پاکستان، بنگلہ دیش، شام، مراکش اور نائیجیریا سے ہے۔

پوری دنیا میں پناہ گزینوں کی آدھی تعداد مسلمان

برطانیہ کے مشہور اخبار "اکنومسٹ" کی رپورٹ کے مطابق پوری دنیا کے مختلف حصوں میں پناہ گزینوں کی آدھی تعداد مسلمانوں کی ہے، یہ سب امریکی جنگوں کے خوف سے دوسرے ملکوں میں پناہ گزیں ہیں، ان کی مجموعی تعداد ۷ء۴ ملین ہے، یہ لوگ عراق، افغانستان اور دیگر ممالک سے راہ فرار اختیار کیے ہوئے ہیں، اور ان پناہ گزینوں کی بڑی تعداد پاکستان، ایران اور شام میں ہے۔

پناہ گزینوں کے سلسلہ میں اقوام متحدہ کی طرف سے جاری کردہ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ یہ لوگ شدید مالی پریشانیوں میں مبتلا ہیں، ان کو کسی ملک میں ترقی کرنے اور کمانے کے درست مواقع بھی نہیں دیئے جاتے، اور عجیب بات یہ ہے کہ وہ ممالک ان پناہ گزینوں کو اجازت دینے میں پیش پیش ہیں جو عالمی سطح پر غریب ترین ممالک میں شمار کئے جاتے ہیں، خواہ جس اعتبار سے بھی دیکھا جائے یہ ممالک اقتصادی، معاشی، ترقیاتی ہر اعتبار سے پسماندہ ہیں۔

پاکستان، ایران اور شام کے پاس سب سے زیادہ پناہ گزیں ہیں، چنانچہ پاکستان میں ۹ء۱ ملین، ایران میں ۱ء۱ ملین اور شام میں ایک ملین ہیں۔

رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اقوام متحدہ کے جائزے کے مطابق پوری دنیا میں ۴۴ ملین ایسے افراد ہیں جو ملک بدری کی زندگی گزار رہے ہیں، ان میں ۸ء۲ ملین تعداد صرف فلسطینیوں کی ہے، اقوام متحدہ نے ان سب کی مدد اور تعاون کے لیے عالمی برادری سے اپیل کی ہے۔

اٹلی میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد اور مسائل ومشکلات

اٹلی کی ایک تازہ ترین رپورٹ کے مطابق 'میلانو' شہر کی تعداد اس وقت ایک لاکھ تک پہونچ گئی ہے جب کہ ۲۰۰۵ء میں اسی شہر میں مسلمانوں کی تعداد پچاس ہزار تھی، ان میں پچاس ہزار کا اضافہ صرف پانچ برسوں کے اندر ہوا ہے اور یہ سب نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے ہیں، جب کہ پورے شہر کی آبادی ایک ملین سے کچھ کم ہی ہے، لیکن رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ اس شہر میں مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد ہونے کے باوجود ان کے پاس عبادت کے لیے کوئی مناسب جگہ نہیں ہے، اس کی وجہ سے دسیوں عارضی نمازگاہوں میں لوگ عبادت کرتے ہیں، اس لیے کہ 'میلانو' ملک کی اقتصادی راجدھانی ہے اور یہاں ایک بھی جامع مسجد نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆

محاسن اسلام

جاپان کی نومسلمہ خولہ لکاتا

ادارہ

ایک بار ٹرین میں ایک بزرگ نے مجھ سے دریافت کیا کہ میں کیوں یہ نرالے طرز کا لباس پہنتی ہوں، میں نے وضاحت کی کہ میں مسلمان ہوں اور عورتوں سے اسلام کا مطالبہ ہے کہ وہ غیر مردوں سے اپنا جسم پوشیدہ رکھیں، کیونکہ دل کشی اور حسن کا نامناسب اظہار مردوں کو خواہ مخواہ آزمائش میں ڈالتا ہے، آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک شخص ہمیشہ عورتوں کی طرف جنسی جذبے کے تحت نہیں دیکھتا، یہ صحیح ہے؛ لیکن مسئلہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جو ایسا کرتے ہیں، ان غیر معمولی جنسی زیادتیوں اور جرائم پر غور کیجئے جو بہت سے معاشروں میں وقوع پذیر ہوتے ہیں، ہم ان حادثوں کو مردوں کو محض اعلیٰ اخلاق اور ضبط نفس کی تلقین کر کے نہیں روک سکتے، اس کا حل صرف اسلامی طرز حیات ہی میں مضمر ہے جو عورتوں کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو پردے میں رکھیں اور غیر محرم مردوں سے تعلق رکھنے سے اجتناب کریں، منی اسکرٹ کا مطلب ہوتا ہے کہ: "اگر آپ کو میری ضرورت ہے تو مجھے لے جاسکتے ہیں۔" حجاب صاف طور پر یہ بتاتا ہے کہ: "میں آپ کے لئے ممنوع ہوں"۔ بزرگ اس وضاحت سے کافی متاثر دکھائی دیئے، شاید اس لئے کہ وہ عورتوں کے ہیجان انگیز فیشن کو ناپسند کرتے تھے، وہ میرا شکریہ ادا کرتے ہوئے ٹرین سے یہ کہتے ہوئے اتر گئے کہ کاش ہمارے پاس اسلام سے متعلق گفتگو کرنے کے لیے مزید وقت ہوتا، جاپانی لوگ عموماً مذہبی گفتگو کے عادی نہیں، تاہم میرے حجاب نے اسلام پر گفتگو کرنے کا دروازہ کھول دیا۔

میرے گھر میں میرے والد کو میرے متعلق زیادہ تشویش تھی کیونکہ میں مکمل پردے میں رہتی تھی گرم ترین دن میں بھی، موسم گرما میں ہر انسان گرمی محسوس کرتا ہے؛ لیکن میں نے حجاب کو اپنے سر اور گردن پر براہ راست سورج کی کرنوں سے بچنے کا موزوں ذریعہ پایا، شاید میرے عزیز واقارب میرے قریب رہنے کو اپنے لیے غیر موزوں سمجھتے تھے، تاہم میں بھی اپنی چھوٹی بہن جو نیکر پہنے ہوئے تھی، کو دیکھ کر مضطرب ہوگئی، اپنا مذہب تبدیل کرنے سے پہلے بھی کسی عورت کے جسم کی ساخت کا منظر جو اس کی جلد سے چپکے ہوئے باریک لباس سے جھلکتا تھا، مجھے پریشان کر دیتا تھا، مجھے محسوس ہوتا تھا کہ میں نے کوئی ایسی شے دیکھ لی ہے جس کو مجھے دیکھنا نہیں چاہئے تھا، اگر یہ بات ایک عورت کو پریشان کر سکتی ہے، تو مردوں کو کتنا متاثر کرتی ہوگی، اس کا تصور مشکل نہیں ہے۔

کچھ عورتیں صرف اس وقت عمدہ پوشاک زیب تن کرتی ہیں جب وہ گھروں سے باہر جاتی ہیں اور انہیں یہ خیال نہیں رہتا کہ وہ گھروں کے اندر کس طرح رہتی ہیں؛ لیکن اسلام میں عورت اپنے شوہر کے لیے دل کش ہونے کی کوشش کرتی ہے اور شوہر بھی اپنی بیوی کے لیے پرشکوہ دکھائی دینے کی کوشش کرتا ہے، ایک دوسرے کے متعلق اس طرح کے جذبات ازدواجی زندگی کو پرلطف اور پرمسرت بناتے ہیں، کوئی عورت کسی مرد کی توجہ کیوں اپنی طرف مبذول کرانا چاہتی ہے، جب کہ وہ ایک شادی شدہ عورت ہے، کیا وہ اس بات کو پسند کرتی ہے کہ دوسری عورتیں اس کے شوہر کو اپنی طرف مائل کریں؟ اس طرح کوئی بھی شخص یہ دیکھ سکتا ہے کہ اسلام خاندان کے استحکام میں کس طرح معاونت کرتا ہے۔

اسلام میں صرف عورتوں کو ہی اپنی جسم پوشیدہ رکھنے کے لیے احکام صادر نہیں کئے گئے ہیں، بلکہ مردوں کو بھی اپنی نظریں نیچی رکھنے کی تلقین کی گئی ہے، کھیل کود کے دوران بھی مردوں کے لئے ناف سے گھٹنوں تک اپنے جسم کے حصوں کو پوشیدہ رکھنا ضروری ہے۔

غیر مسلم یہ سوچ سکتے ہیں کہ مسلمان اپنے آپ کو کپڑوں میں پوشیدہ رکھنے کے معاملے میں ضرورت سے زیادہ ہی حساس ہیں، وہ پوچھ سکتے ہیں "جسم کی فطری حالت کو کیوں پوشیدہ رکھا جائے؟" کچھ لوگ تیراکی کا عریاں لباس پہن کر تیرنے یا ننگوں کے کلب میں شامل ہونے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے، پھر بھی پچاس سال قبل جاپان میں تیراکی کے لباس میں تیرنا لفنگا پن سمجھا جاتا تھا اور عہد وسطی میں مجاہد اپنی محبوب ومحترم بیوی کے جوتے کی ہلکی سی جھلک ہی دیکھ کر کانپ اٹھتا تھا، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جسم کو پوشیدہ رکھنے کا معاشرے کا معیار تبدیل ہو چکا ہے، اگر آپ کسی شے کو پوشیدہ رکھیں تو اسکی قدر بڑھ جاتی ہے، عورتوں کے جسم پوشیدہ رکھنے سے ان کی جاذبیت اور دلکشی بڑھ جاتی ہے، جیسا کہ دنیا کی بیشتر ثقافتوں سے ظاہر ہوتا ہے، اگر اخلاقی قدریں زمانے سے متاثر ہو سکتی ہیں تو یہ تصور ناممکن نہیں کہ مستقبل میں لوگ گلیوں میں بغیر کپڑوں کے عریاں گھومیں گے، اسے کوئی شے نہیں روک سکتی ہم مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے کے لئے معیار متعین کر دیا ہے؟ ہم اس کی اتباع کرتے ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ وہی ہمارا خالق ہے اور وہ جانتا ہے کہ ہمارے لئے کیا چیز سب سے عمدہ اور بہتر ہے۔

میں سمجھتی ہوں کہ انسانی تہذیب کا آغاز اس وقت ہوا جب اس کے اندر شرم کا احساس ابھرا، اگر ایک انسان اپنی جسمانی خواہشات اور وظائف کی تکمیل چاہتا ہے اور ایسا کھلے عام کرتا ہے تو وہ جانور سے مختلف نہیں ہے، کیا یہی واحد راستہ ہے جس پر انسان سرپٹ چلا جارہا ہے؟ سوال یہ ہے کہ مناسب لباس اور اخلاق کا تعین کون کرے گا؟ خود انسان (جس کا معیار قدر ہوا کے رخ کے ساتھ بدلتا رہتا ہے) یا اللہ تعالیٰ؟ وہ اللہ ہی ہے جو انسان کے ہر زمانے کے حالات سے باخبر ہے، اسی لیے اس نے لوگوں میں ظاہر ہونے اور عمل کرنے کے صحیح طریقے کو واضح کر دیا ہے۔

جاپان واپس آنے کے تین ماہ بعد میں اپنے شوہر (میں نے اپنے مصر کے قیام کے آخری ایام میں ایک جاپانی مسلمان سے، جو قاہرہ میں زیر تعلیم تھا، شادی کر لی تھی) کے ساتھ سعودی عرب گئی، جہاں انہیں ملازمت مل گئی تھی، میں نے اپنے چہرے کو چھپانے کے لئے ایک چھوٹا سا کپڑا اپنا لیا تھا جس کو نقاب کہا جاتا ہے، یہ میں نے اس لئے نہیں بنایا تھا کہ میں نے اپنی قاہرہ والی بہن کی طرز پر سوچنا شروع کر دیا تھا، مثلاً یہ کہ چہرے کا پردہ ایک مسلمان عورت کے مطلوبہ لباس کا ایک لازمی جزو ہے جب کہ میرا خیال تھا کہ چہرہ اور چہرے پر نقاب ڈالنے کی شدید خواہش تھی مجھے یہ جاننے کا بڑا اشتیاق وتجسس تھا کہ نقاب کے اندر سے مجھے کیسا لگے گا؟

ریاض پہنچنے کے بعد میں نے دیکھا کہ سب عورتیں چہرے پر نقاب نہیں ڈالتی تھیں، غیر مسلم عورتیں اپنے سروں کو ڈھکے بغیر لاپروائی کے ساتھ اپنے شانوں پر سیاہ نقاب ڈالے رہتی تھیں، بہت سی غیر مسلم عورتیں پردہ نہیں کرتی تھیں، پھر بھی تمام سعودی عورتیں سر سے پاؤں تک مکمل طور پر پردہ میں رہتی تھیں۔

پہلے مجھے حیرت ہوتی تھی کہ مسلم بہنیں برقعے کے اندر کیسے آسانی سے سانس لے سکتی ہیں، اس کا انحصار عادت پر ہے، جب کوئی عورت اس کی عادی ہو جاتی ہے تو کوئی دقت نہیں ہوتی، پہلی بار میں نے نقاب اوڑھا تو مجھے بڑا عمدہ لگا، انتہائی حیرت انگیز، ایسا محسوس ہوا گویا میں ایک اہم شخصیت ہوں، مجھے ایک ایسے شاہکار کی مالکہ ہونے کا احساس ہوا جو اپنی پوشیدہ مسرتوں سے لطف اندوز ہو، میرے پاس ایک خزانہ تھا جس کے بارے میں کسی کو معلوم نہ تھا، جسے اجنبیوں کو دیکھنے کی اجازت نہ تھی۔

ریاض میں ابتدائی چند مہینوں تک میری صرف آنکھیں کھلی رہتی تھیں؛ لیکن جب میں نے موسم سرما کا برقع بنایا تو اس میں آنکھوں کا باریک نقاب بھی شامل کر لیا، اب میرا پردہ مکمل تھا، اس سے مجھے یک گونہ آرام ملا، اب مجھے ہجوم اور بھیڑ میں کوئی پریشانی نہ تھی، میں محسوس مردوں کے لیے نظر نہ آنے والی چیز ہوگئی ہوں، آنکھوں کے پردہ سے قبل مجھے اس وقت بڑی پریشانی ہوتی تھی، جب اتفاقیہ طور پر میری نظریں کسی مرد کی نظروں سے ٹکراتی تھیں، اس نئے نقاب نے سیاہ عینک کی طرح مجھے اجنبیوں کی گھورتی نگاہوں سے محفوظ کر دیا، ایک غیر مسلم کسی داڑھی والے مرد کو کسی سیاہ برقع پوش خاتون کے ساتھ دیکھ کر اس جوڑے کے متعلق ایک ایسے ہیولے کا تصور کر سکتا ہے جو ظالم ومظلوم یا غالب ومغلوب ہو، مگر اسلام میں شوہر وبیوی کا ایسا تعلق ایک صفت سمجھی جاتی ہے، حقیقت بھی یہی ہے کہ اس طرح عورت یہ محسوس کرتی ہے کہ اس کا احترام اور حفاظت ایک ایسے شخص کے ذریعے کی جاتی ہے جو واقعتاً اس کا لحاظ کرتا ہے، یا میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ وہ اپنے کو ایک ایسی ہستی تصور کرتی ہے جس کا ہم سفر اس کا محافظ ہوتا ہے، یہ کہنا زبردست مغالطہ ہے کہ مسلم عورتیں مردوں کی نجی ملکیت ہیں اور انھوں نے حسد کی بنا پر اس بات سے روک دیا ہے کہ اجنبی مرد انھیں دیکھیں، ایک عورت اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے فرمان پر عمل پیرا ہو کر غیروں سے چھپائے رکھتی ہے، تاکہ اس کو عظمت وسربلندی حاصل ہو، وہ گھورتی ہوئی اجنبی نگاہوں کا ہدف بننے یا جنسی شے ہونے سے انکار کر دیتی ہے، وہ مغربی عورتوں کے لیے ہمدردی اور ترحم کا جذبہ رکھتی ہے، جنھیں نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، مجھے مسلمان ہوئے دو سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے، میرے ماحول اور مذہبی شعور کے ساتھ میرا حجاب پانچ بار تبدیل ہوا، فرانس میں اپنا مذہب تبدیل کرنے کے فوراً بعد میں نے اسکارف استعمال کئے، سعودی عرب میں اب میں سر سے پاؤں تک مکمل سیاہ نقاب میں پوشیدہ ہوں، اس لیے مجھے حجاب کے آسان ترین طرز سے مکمل طرز تک کا تجربہ ہے۔

کئی سال قبل جب ایک جاپانی مسلمہ سر پر دوپٹہ پہنے ہوئے ٹوکیو کی ایک مسلم تنظیم میں نظر آئی تو جاپانی مسلم عورتوں نے اس سے کہا کہ وہ اپنے

لباس کے معاملے میں دوبارہ غور کرے کیونکہ اس طرز کے لباس سے جاپانیوں کو تکلیف ہوتی ہے، اس وقت جاپان میں بہت کم مسلمان عورتیں اپنے سروں کو چھپاتی تھیں، اب زیادہ سے زیادہ جاپانی عورتیں اسلام قبول کر رہی ہیں اور مشکل حالات کے باوجود سروں تک کو چھپا رہی ہیں، وہ سب یہ تسلیم کرتی ہیں کہ وہ اپنے حجاب پر نازاں ہیں اور اس سے ان کے ایمان ویقین کو تقویت ملتی ہے۔

باہر سے حجاب کو دیکھ کر کوئی شخص اس کیفیت کا تصور ہی نہیں کرسکتا جس کا اندرون سے مشاہدہ ہوتا ہے، ہم اس معاملے کو دو مختلف زاویہ ہائے نظر سے دیکھتے ہیں، ایک غیر مسلم کو حجاب ایک جیل خانہ کی طرح نظر آتا ہے جس میں کسی طرح کی آزادی نہیں ہے؛ لیکن ہمیں حجاب میں رہ کر سکون، آزادی اور ایسی مسرت کا احساس ہوتا ہے جس کو کسی اور شکل سے نہیں سمجھا جاسکتا، ایک شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ جو کسی مسلم گھر میں پیدا ہوتا ہے وہ اسلام کو سب سے بہتر طرز حیات سمجھتا ہے، کیونکہ وہ اس سے ابتدا ہی سے واقف ہوتا ہے؛ لیکن میں تو پیدائشی مسلمان نہیں ہوں، میں نے مذہب تبدیل کیا ہے، نام نہاد آزادی اور جدید طرز حیات کی دلفریبیوں اور لذتوں کو خیر باد کہہ کر اسلام کا انتخاب کیا ہے، اگر یہ درست ہے کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو عورتوں پر ظلم کر رہا ہے تو آج یورپ، امریکہ، جاپان اور دوسرے ممالک میں بہت سی خواتین اسلام کیوں قبول کر رہی ہیں؟ کاش کہ لوگ اس پر روشنی ڈالتے، کوئی شخص تعصب کی عینک لگا کر ایسی عورت کی عظمت کا مشاہدہ کرنے کے لائق نہیں ہوسکتا جو حجاب میں پر اعتماد، مطمئن، پرسکون اور باوقار ہو، جس کے چہرے پر مظلومیت کا سایہ تک نہ ہو۔

☆☆☆☆☆

ہماری مطبوعات

عمدہ کاغذ- بہترین طباعت- خوبصورت سرورق

شمار	اسمائے کتب		شمار	اسمائے کتب	
۱	قصص النبیین (اول)	۲۵	۱۳	مختارات (دوم)	۸۰
۲	قصص النبیین (دوم)	۲۵	۱۴	منثورات	۷۰
۳	قصص النبیین (سوم)	۳۲	۱۵	الادب العربی	۷۰
۴	قصص النبیین (چہارم)	۳۰	۱۶	شرح شذور الذھب	۹۰
۵	قصص النبیین (پنجم)	۵۰	۱۷	الفقہ المیسر	۷۰
۶	القراءۃ الراشدۃ (اول)	۳۰	۱۸	قطر الندیٰ	۷۰
۷	القراءۃ الراشدۃ (دوم)	۲۶	۱۹	زعیمان لحرکۃ الاصلاح	۱۱
۸	القراءۃ الراشدۃ (سوم)	۳۰	۲۰	تہذیب الاخلاق	۸۰
۹	معلم الانشاء (اول)	۵۰	۲۱	شذیٰ العرف	۱۰۰
۱۰	معلم الانشاء (دوم)	۵۰	۲۲	حیات عبدالباریؒ	۱۵۰
۱۱	معلم الانشاء (سوم)	۴۵	۲۳	تمرین الصرف	۳۰
۱۲	مختارات (اول)	۸۰	۲۴	علم التصریف	۴۰
			۲۵	تمرین النحو	۲۵

ملنے کے پتے:

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، ندوۃ العلماء، لکھنؤ 9889378176
مکتبہ ندویہ، ندوۃ العلماء، لکھنؤ 9956482287
مکتبہ الفرقان، نظیر آباد، لکھنو 9936635816
مکتبہ احسان، حسن منزل، مکارم نگر، لکھنؤ 0522 3206907
مکتبہ علمیہ، شباب مارکیٹ ندوہ روڈ، لکھنؤ 9198621671
مکتبہ دارین، نزد شباب مارکیٹ ندوہ روڈ، لکھنؤ 9335858300

ناشر:

مجلس صحافت ونشریات

ٹیگور مارگ، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

کاروان علم ودعوت

دنیا کی بقا اللہ تعالیٰ کے نام سے وابستہ

محمود حسن حسنی ندوی

'کوپا گنج' سے 'کاری ساتھ' میں

مولانا شاہ قمر الزماں الٰہ آبادی نے جونپور میں خواہش ظاہر کی تھی کہ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ ان کے وطن کاری ساتھ بھی قدم رنجہ فرمائیں اور مصلح الامۃ حضرت شاہ وصی اللہ فتح پوریؒ کے آبائی وطن فتح پور تال نرجا بھی تشریف لائیں، یہ دونوں جڑواں بستیاں ہیں، چونکہ حضرت مولانا دامت برکاتہم غازی پور سے کوپا گنج میں اصلاح معاشرہ کے پروگرام کو منظوری دے چکے تھے، مئو سے گذرتے ہوئے کوپا گنج میں ایک پروگرام میں شرکت کی اور اگلے روز دوشنبہ کی صبح کو مولانا شاہ قمر الزماں الٰہ آبادی کے ہاں پہونچے، وہاں پہلے ان کی تعمیر کردہ 'مسجد سلطان' میں حضرت مولانا نے تحیۃ المسجد ادا کی، ۲۰۰۶ء/۱۴۲۷ھ میں یہ مسجد ان کی موروثی زمین پر تعمیر ہوئی ہے، 'سلطان' مولانا قمر الزماں مدظلہ کے والد ماجد کا نام ہے، اسی کے پہلو میں خانقاہ ہے جس کو 'دار التزکیہ والاحسان' کا نام دیا گیا ہے اور بیرونی حصہ میں کلینک 'قمر شفاخانہ' ہے۔ خانقاہ میں کچھ دیر بیٹھے، اسی سے متصل ایک مسجد ہے، جو پہلے چھوٹی تھی اب بڑی ہے، چھوٹی مسجد حضرت مولانا سید محمد امین حسنی نصیر آبادیؒ کی توجہ دلانے سے بنی تھی، جب اس گاؤں میں بعض لوگ امام باڑہ تعمیر کرنے جارہے تھے، اب اس مسجد کی توسیع کا کام کرادیا گیا، یہیں مولانا سید محمد امین نصیر آبادیؒ قیام فرمایا کرتے تھے اور ان کے ذریعہ اصلاح عقائد کا بڑا کام ہوا اور بدعات کا ازالہ ہوا، حضرت شاہ وصی اللہ فتح پوریؒ بھی توجہ دلایا کرتے تھے کہ حضرت مولانا سید محمد امین حسنیؒ کا یہاں کے لوگوں پر بڑا احسان ہے، مولانا شاہ قمر الزماں نے بعد میں کہا کہ اپنے اس گاؤں اور آبائی وطن میں حضرت مولانا مدظلہ کو لانے کی اسی لئے ہماری زیادہ خواہش ہوئی کہ ان کے خاندانی بزرگ کے ذریعہ یہاں بڑی اصلاح ہوئی ہے اور ان کا بار بار قیام رہا ہے۔

> صحبت کو جو اہمیت دی گئی ہے وہ یوں ہی نہیں دی گئی، صحبت دلی جذبہ کے ساتھ جتنی اچھی ہوگی، اتنا ہی صحبت کا اثر پڑے گا، اگر صحبت دل کے صحیح جذبہ کے ساتھ نہیں ملی، تو صحبت کا فائدہ پہونچنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس کسی نے ایمان ویقین کے ساتھ دیکھا وہ کیا سے کیا ہوگیا، اللہ تعالیٰ نے اس امت کے ساتھ یہ تسلسل رکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا اثر صحابہ پر اور صحابہ کی صحبت کا اثر تابعین پر اور ان کا تبع تابعین پر اور پھر جو جس سے ملا اور اس طرح ایمان ویقین کو قیامت تک جاری رکھنے کا فیصلہ فرمادیا، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا نام لینے کا سلسلہ تا قیامت رہے گا اور جب کوئی بھی ذاکر نہ ہوگا تو قیامت آجائے گی، اس طرح دنیا کی بقا اللہ تعالیٰ کے نام سے وابستہ ہے۔

'فتح پور تال نرجا' میں

جب حضرت مولانا شاہ وصی اللہ فتح پوریؒ دار العلوم دیوبند سے سلسلہ تعلیم کی تکمیل اور خانقاہ اشرفی امدادی تھانہ بھون میں منازل سلوک طے کرنے کے بعد اجازت وخلافت اور ارشاد وتلقین کی سوغات پاکر اپنے وطن آئے، جہاں آنا جانا نہایت دشوار تھا اور طالب صادق کی ہی ہمت اور جذبہ کی بات ہوا کرتی تھی کہ حاضر ہو۔

مولانا عبدالباری ندویؒ باوجود حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مجاز وخلیفہ ہونے کے مزید روحانی کسب فیض کے لئے ایک ماہ گزارنے آئے تھے اور پھر جاکر جذبات قلب کو صفحہ قرطاس کی نذر کیا اور "چار ہفتہ ایک کہف میں" کے عنوان سے "صدق" میں یہ مکتوب بنام مدیر 'صدق' شائع ہوا، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ اور دیگر بڑے بڑے علماء نے تمدن سے کٹے اس گاؤں میں وقت گذارا، یہاں خانقاہ تھی، مدرسہ بھی 'وصیۃ العلوم' کے نام سے قائم تھا، مدرسہ کا احیاء تو پھر سے ہوگیا ہے اور ایک اور مدرسہ کی عظیم الشان عمارت 'انوار العلوم' کے نام سے قاری ولی اللہ نے تعمیر کرادی ہے؛ لیکن خانقاہ آباد نہ ہوسکی، مولانا شاہ قمر الزماں مدظلہ کو اس کا بھی بڑا خیال ہے کہ خانقاہ بھی آباد ہوجائے۔

مولانا شاہ وصی اللہ فتح پوریؒ نے بعض اسباب وحالات کی بناء پر کہ ان کے حق بات کہنے پر دشمن کھڑے ہوگئے، ہجرت فرماگئے اور کوپا گنج پھر گورکھپور میں قیام کرتے ہوئے الٰہ آباد کو دار الہجرت بنایا اور وہیں ساقی گری کی، مولانا کی خانقاہ بھی دکھائی گئی، خود مولانا قمر الزماں مدظلہ بتاتے جاتے کہ اس حجرہ میں وہ ٹھہرتے تھے، یہاں قیام فرماتے تھے، اس حجرہ میں حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ جب

آتے، رہتے تھے۔ بقول شاعر ؎

چمن کے تخت پر جس دم شہ گل کا تجمل تھا
ہزاروں بلبلیں تھیں باغ میں اک شور تھا غل تھا
کھلی جب آنکھ نرگس کی نہ تھا جز خار کچھ باقی
بتاتا باغباں رو رو یہاں غنچہ وہاں گل تھا

پھر حضرت شاہ وصی اللہ علیہ الرحمہ کا مکان دکھایا اور بالائی منزل کا ان کا وہ حجرہ دیکھا جس کی مسجد کی طرف نکلنے والی کھڑکی بند رکھتے تھے کہ اس وقت مسجد چھوٹی اور خستہ تھی اور مکان پکا تھا، مسجد میں جلسہ کا انعقاد ہوا، گاؤں کے باشندے، مدرسہ کے اساتذہ وطلبہ بڑی تعداد میں جمع تھے، مولانا سلطان الہدیٰ ندوی استاد معہد دارالعلوم ندوۃ العلماء نے نظامت کی، وہ اسی فتح پور کے آبائی متوطن ہیں؛ لیکن وہ بھی الٰہ آبادی مہاجر ہو چکے ہیں۔

خیر مقدمی کلمات مولانا شاہ قمر الزماں الٰہ آبادی نے کہتے ہوئے فرمایا:

”یہ جگہ عبرت گاہ ہے، ہم سب یہاں رہتے تھے، مشائخ وعلماء سب کی یہاں آمد ہوتی تھی، خصوصی مجلس اور عمومی مجلس بھی ہوتی تھی، حضرت کے مواعظ وملفوظات سے بھی مستفید ہوتے تھے، پھر یہ جگہ اجڑ گئی، حضرت چھوڑ کر چلے گئے، یہ مسجد جہاں ہم اور آپ جمع ہیں، حضرت نے خون پسینہ ایک کر کے بنوائی تھی، گاؤں میں کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس کے ہاتھ سے اینٹ نہ لگی ہو، سامنے حضرت کا مکان اور مسجد اس وقت کچی تھی، مسجد کی طرف والی کھڑکی کھولتے نہیں تھے کہ شرم آتی ہے، ہمارا گھر پکا ہوا اور مسجد کچی ہو، جب مسجد کی پوری تعمیر ہوگئی، تب کھڑکی کھولی، یہاں بڑے بڑے لوگ آئے، مجھے بڑی خوشی ہے کہ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ یہاں تشریف لائے اور ہماری درخواست قبول کی“۔

حضرت مولانا دامت برکاتہم نے اپنے خطاب میں بعد حمد وصلاۃ کے فرمایا:

”حضرات! میرے لئے بڑی مسرت وخوشی بلکہ اعزاز کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہاں آنے کی سعادت عطا فرمائی کہ یہ بزرگوں کی جگہ ہے، جس زمین پر اللہ اور اس کے رسولؐ اور دین وشریعت کی باتیں کی جاتی ہیں اور ذکر وتلاوت ہوتی ہے، اس کے انوار کو زمین جذب کر لیتی ہے اور فضا اسے محفوظ کر لیتی ہے، قرآن مجید سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھ، پیر قیامت کے روز گواہی دیں گے کہ انسان نے یہ کیا، یہ کہا، اسی طرح زمین شہادت دے گی، جہاں اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہے، وہاں در ودیوار میں وہ نقش ہو جاتا ہے اور جن کو اللہ تعالیٰ نے دینی بصیرت دی ہے وہ سمجھ لیتے ہیں اور محسوس کر لیتے ہیں، عام آدمی نہیں جان پاتا، اس لئے وہ قدر بھی نہیں کرتا، بزرگوں نے جہاں اللہ اور دین کا کام کیا وہاں آج بھی برکات وانوار موجود ہیں۔

حضرت شاہ وصی اللہ فتح پوریؒ جن کا یہ علاقہ ہے، اپنے عہد کے بڑے بزرگ تھے، ان کے ذریعہ کتنے اللہ والے بنے اور کتنوں نے معرفت کا جام پیا اور تقویٰ کا لباس پہنا، آپ حضرات یہاں جو رہتے ہیں اس نعمت کی قدر کریں اور ان برکات وانوار سے جن کا یہاں کی زمین وفضا اور در ودیوار پر نقش قائم ہے، فائدہ اٹھائیں، نئی نسل کو واقف کرائیں کہ انسان کو پیدا ہونے کے بعد جو کچھ ملتا ہے، سننے اور دیکھنے سے ملتا ہے، انسان کے اندر جذب کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے، صحبت کو جو اہمیت دی گئی ہے وہ یوں ہی نہیں دی گئی، صحبت دلی جذبہ کے ساتھ جتنی اچھی ہوگی، اتنا ہی صحبت کا اثر پڑے گا، اگر صحبت دل کے صحیح جذبہ کے ساتھ نہیں ملی، تو صحبت کا فائدہ پہونچتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس کسی نے ایمان ویقین کے ساتھ دیکھا وہ کیا سے کیا ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے اس امت کے ساتھ یہ تسلسل رکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا اثر صحابہ پر اور صحابہ کی صحبت کا اثر تابعین پر اور ان کا تبع تابعین پر اور پھر جو جس سے ملا اور اس طرح ایمان ویقین کو قیامت تک جاری رکھنے کا فیصلہ فرما دیا، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا نام لینے کا سلسلہ تا قیامت رہے گا اور جب کوئی بھی ذاکر نہ ہوگا تو قیامت آجائے گی، اس طرح دنیا کی بقا اللہ تعالیٰ کے نام سے وابستہ ہے۔

دنیا میں رہ کر آخرت بنائی جائے اور اسباب دنیا کو اختیار کر کے اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط کیا جائے، یہی مقصد حیات ہے، اس کے لئے تمام اعمال میں تصحیح نیت کی ضرورت پڑتی ہے، نیت صحیح نہ ہونے سے صحیح عمل بھی برباد ہو جاتا ہے۔

صحبت بڑی اہم چیز ہے، صحبت حاصل نہ ہونے کی صورت میں اہل اللہ کے تذکرے مفید ہوتے ہیں، اس میں سب سے زیادہ اہم سیرت نبوی کا مطالعہ ہے اور پھر آپ کے متبعین اور ربانی علماء کا تذکرہ، یہ سیرت سازی میں بڑا معاون ہوتا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ کا نام لینے والا نہ رہے گا تو دنیا کا وجود ختم ہو جائے گا، اسی طرح وہ علاقہ جہاں اللہ تعالیٰ کا شکر کرنے والا نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کا نام لینے والا نہ ہو، وہ علاقہ بنجر ہو جاتا ہے اور ختم ہو جاتا ہے، حضرت شاہ وصی اللہ کا فیض صرف ان کی ذات سے نہیں تھا، ان کے خلفاء، مریدین اور شاگردوں کے ذریعہ پھیلا اور پھیل رہا ہے، یہ مولانا شاہ قمر الزماں زید مجدہ کی عنایت ہے کہ انہوں نے یہاں حاضری کا موقع فراہم کیا جزاہ اللہ خیر الجزاء، وہ حضرت شاہ

وصی اللہ کے خصوصی فیض یافتہ ہیں اور ان کا فیض آپ کے ذریعہ پھیل رہا ہے، آپ لوگ قدر کیجئے اور فائدہ اٹھائیے“۔

خطاب کے بعد حضرت مولانا دامت برکاتہم سے ہی دعا کے لیے کہا گیا، مولانا شاہ قمر الزماں الٰہ آبادی بڑے شکر گزار تھے کہ ان کے آبائی وطن حضرت مولانا تشریف لائے، مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی مدظلہ، مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی، شاہد حسین صاحب، مولوی سید سبحان ثاقب ندوی اور راقم الحروف کو یہ سعادت ملی اور جو لوگ کو پا گنج کے اور آس پاس کے جمع ہوئے تھے، وہ سب بھی ساتھ ہی واپس ہو گئے۔

جامعہ اسلامیہ مظفر پور میں

جامعہ اسلامیہ مظفر پور قلندر پور اعظم گڈھ پونے تین بجے سہ پہر کو حضرت مولانا دامت برکاتہم پہونچے، جامعہ کے بانی مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی زید مجدہ منتظر تھے، جامعہ کے طلبہ کے لئے ایک پروگرام ’النادی العربی‘ کی مناسبت سے ترتیب دیا گیا، جس میں حضرت مولانا مدظلہ، مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی اور مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری کے بیانات ہوئے۔

مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی نے فرمایا کہ عربی زبان میں مہارت پیدا کرنے کا جذبہ یہ ہو کہ قرآن مجید کو سمجھنے میں مدد ملے گی، مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری نے کہا کہ بغیر استاد کے علم حاصل کرنا ایسا ہی ہے جیسے اندھیرے میں بغیر ٹارچ کے آدمی اپنی چیز تلاش کرے، مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی نے خیر مقدمی کلمات کہتے ہوئے کہا کہ یہ میرے لئے امتحان کی بات ہے کہ میں اپنے استاد جلیل حضرت مولانا دامت برکاتہم کے سامنے کچھ عرض کروں، آپ نے میری سرپرستی زمانہ طالب علمی سے ہی فرمائی ہے، آخر میں مخدوم ومربی حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ نے فرمایا کہ:

”اس تعلیمی ادارہ نے جہاں ہم اور آپ جمع ہیں، تھوڑے عرصہ میں اتنی ترقی کی کہ ایک تناور درخت بن گیا، بزرگوں اور اہل اللہ کی دعاؤں وتوجہات کا اثر ہے جیسا کہ مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی نے بھی کہا، جو اس کے بانی ہیں؛ لیکن اس سے یہ نہ سمجھ لیجئے گا کہ محض دعا کرا لینا کافی ہے محنت وکوشش کی ضرورت نہیں، یہ ضرور ہے کہ مولانا کا تعلق حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے رہا، وہ ہمارے بھی سرپرست تھے، مولانا تقی الدین نے اپنے بزرگوں کو اہمیت دی، ان سے مشورے کئے اور ان کی بات مانی، اس لئے انھیں اپنے بڑوں کی خوب دعائیں ملیں، یہ حدیث شریف کی بڑی خدمت کر رہے ہیں، ابھی انہوں نے صحیح بخاری پر تحقیقی کام کیا ہے، کتاب وسنت دو بڑی اہم چیزیں ہیں اور دونوں لازم وملزوم ہیں، قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے حدیث شریف کا مطالعہ نہایت ضروری ہے، حدیث شریف کو جمع کرنے میں جو غیر معمولی محنت کی گئی ہے، اس کی انسانی تاریخ میں نظیر نہیں ملتی، اس میں سب سے اہم شخصیت امام بخاری [متوفی ۲۵۶ھ] کی ہے، جس میں صحت کا بہت زیادہ اہتمام کیا گیا ہے“۔

مزید فرمایا کہ:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری امت پر یہ ذمہ داری ڈالی ہے کہ وہ نبیوں والا کام کرے، حدیث شریف کی خدمت بڑا عظیم کام ہے اور ایسے لوگوں کے لئے بڑی بشارتیں ہیں، ہمارا مشاہدہ ہے کہ جو حضرات حدیث شریف کی خدمت انجام دیتے رہے ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل رہا۔

جہاں تک علم کا تعلق ہے تنہا معلوم ہو جانا کافی نہیں، علم کو عمل میں لایا جائے، اس کو نظریاتی سے زیادہ عملی بنانے کی ضرورت ہے، دین کی نشر واشاعت کا کام سب سے زیادہ مدارس سے ہو رہا ہے، یہیں سے عالم، داعی، مبلغ اور مصنف ومحقق نکلتے ہیں، دین کے سب شعبوں کو یہیں سے مدد ملتی اور تقویت پہونچتی ہے۔

’النادی العربی‘ مدارس کی افادیت کو بڑھانے کا مؤثر ذریعہ ہے، یہ نظام الحمد للہ دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ نے شروع کیا اور اب یہ جگہ جگہ مدارس میں رائج ہوتا جا رہا ہے، اس سے طلبہ کے اندر پوشیدہ صلاحیتیں کھلتی ہیں اور یہ صلاحیت پیدا ہوتی ہے کہ وہ علم کے تقاضوں سے دوسروں کو واقف کرائیں، اسلام اور مسلمانوں کو جن چیلنجز کا سامنا ہے ان کا مقابلہ کریں، واقعہ یہ ہے کہ اصل طالبعلم کی توجہ اور محنت ہوتی ہے، تنہا استاد اپنی فکر سے کچھ نہیں کر سکتا، یہ آپ کی خوش نصیبی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ موقع عطا کیا“۔

حضرت مولانا دامت برکاتہم کی دعا پر جلسہ ختم ہوا، نظامت مولانا سید جاوید احمد ندوی استاذ جامعہ نے کی، صحیح البخاری کی ۱۶ رجلدیں مولانا تقی الدین ندوی نے حضرت مولانا کی خدمت میں ہدیۃً پیش کیا، اس پر حضرت مولانا کا تفصیلی مقدمہ ہے اور دکتور عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی جنرل سکریٹری رابطہ عالم اسلامی کا بھی مقدمہ ہے۔

اگلے روز مولانا تقی الدین ندوی کے مکان پر کچھ وقت گزارنے کے بعد سیدھے ہم سب مدرسہ سیدنا عمر فاروقؓ سلطان پور پہونچے، وہاں سے عصر بعد روانہ ہو کر ندوۃ العلماء عشاء تک پہونچ گئے، مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی بھی ہمراہ تھے۔

☆☆☆☆☆

NADWATUL-ULAMA
PO. BOX 93, TAGORE MARG, LUCKNOW
226007 U. P. (INDIA)
Phone : 0522-2741231

ندوۃ العلماء
پوسٹ باکس ۹۳، ٹیگور مارگ، لکھنؤ
۲۲۶۰۰۷ یوپی (ہند)
فون نمبر : ۰۵۲۲-۲۷۴۱۲۳۱

Date _____ باسمہ تعالیٰ تاریخ _____

اہل خیر حضرات سے اپیل

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی ناظم ندوۃ العلماء کی سرپرستی میں اپنی علمی و دینی خدمت میں مصروف ہے، طالبان علوم دین کی کثرت کی وجہ سے دارالعلوم میں طلباء کی رہائش کا بڑا مسئلہ پیدا ہوگیا ہے جس کی وجہ سے سال گزشتہ داخلے محدود کرنے پڑے اور جدید طلباء کی ایک بڑی تعداد مایوس ہوکر واپس ہوگئی، اس صورت حال کو دیکھ کر مجلس انتظامیہ ندوۃ العلماء نے جدید دارالاقامہ تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے بھروسہ پر یہ تعمیر شروع کرادی گئی ہے۔

اس جدید دارالاقامہ میں جو تین منزلہ ہوگی ساٹھ کمرے اور تین ہال ہوں گے تاکہ طلباء کی رہائش کے ساتھ دیگر تعلیمی مصروفیات کی تکمیل ہوسکے۔

اس تعمیر پر مبلغ -/2,35,00000 (دو کروڑ ۳۵ لاکھ) روپے اور ایک کمرہ پر تقریباً چار لاکھ روپے کے خرچ کا تخمینہ ہے جو انشاء اللہ اہل خیر حضرات کے تعاون سے پورا ہوگا، ہم امید کرتے ہیں کہ آپ اس اہم ضرورت کی طرف فوری توجہ فرمائیں گے اور ندوۃ العلماء کے کارکنوں کا ہاتھ بٹائیں گے تاکہ طلباء علم دین دلجمعی کے ساتھ حاصل کرسکیں، ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا بھروسہ ہے کہ اس کی مدد سے یہ اہم کام تکمیل کو پہنچے گا،

وما ذلک علی اللہ بعزیز.

(مولانا مفتی) محمد ظہور ندوی — نائب ناظم ندوۃ العلماء
(مولانا) محمد واضح رشید ندوی — معتمد تعلیم ندوۃ العلماء
(پروفیسر) اطہر حسین خالدی — معتمد مال ندوۃ العلماء
(مولانا) سعید الرحمٰن اعظمی ندوی — مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء
(مولانا) محمد حمزہ حسنی ندوی — ناظر عام ندوۃ العلماء

نوٹ: چک/ڈرافٹ پر صرف یہ لکھیں:

NADWATUL ULAMA

A/C NO. 10863759733 (State Bank of India Main Branch, Lucknow.)

اور اس پتہ پر ارسال کریں:

NAZIM NADWATUL ULAMA,
P.O. BOX NO. 93, TAGORE MARG,
LUCKNOW - 226007 (U.P.)

Phone : (91-522) 2741231, 2741316, 2740151, Fax : 2741221
E-mail address : nadwa@sancharnet.in/ website : www.nadwatululam.org.

Complet Family Footwear
Royal
King
Footcare
RED CHIF, WOODLAND, SPARX
Tel. : 0522-3067961
Mobile : 9935719012
Akbari Gate
SS Plaza, Sec-1, L.D.A. Colony, Aashiana,
Near Vishal Mega Mart, Lko.
H.I.G.-3, Sextor-A, Ram Ram Bank, Aliganj
B-5, Basement, Arif Chamber-1 Aliganj
Arif Chamber-1, Kapoorthala Aliganj

ماہ مبارک کی عبادت مبارک مبارک!
روز عید کی مسرت مبارک مبارک!
رمضان کے آداب
پروپرائٹر: ولی اللہ
ولی اللہ جویلرس
WALIULLAH
Jewellers
ALL KINDS OF GOLD, SILVER & DIAMOND JEWELLERY
Mob. 9415090544, 9936672278
Phone : 0522-2627446 (S)
e-mail : waliullahjewellers@gmail.com
Jutey Wali Gali, Aminabad, Lucknow

CAFE FIRDOS
فردوس کیفے
Partly Air Condition
MOGHALAI & CHINESE FOOD
Tel.: 23424781 - 23459921
135, Sarang Street, Crawford Market, Mumbai-400003

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں
ممبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے گزارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔
ALAUDDIN TEA
44, Haji Building S.V. Patel Road
Null Bazar, Mumbai-400003
Tele Add Cupkettle
Ph: 23460220-23468708

MAQBOOL JEWELLERS
مقبول جویلرس
Shop No. 8-13 Gole Market, Mahanagar Lucknow
Ph: 0522-4000130 (8) - 4001130

Contact
Mr. M. Aaq 9919035087
Mr. M. Imran 9415757258
Mr. M. Zeeshan 9044555611
Phone: 0522-3058047
ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز
اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ
Shirt, Trousers, Coats, Embroidered Sherwanis, Pullowers, Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties
شادی بیاہ، تیوہار اور تقریبات کے لئے شاندار ذخیرہ، تشریف لائیں قابل بھروسہ برانڈ
menmark
Men's Exclusive
MFG, Wholesale, Export & Retail
58, Halwasia Market, Hazratganj, Lucknow-226001

Mohd. Zubair
Mohd. Salman
0522-2618629
09415028247
09919091462
Sahara
FOOTWEAR
wholesale
35, Amethi House, Near Post Office, Aminabad, Lucknow-18

R. N. I. No. UP. Urd/2001/6071

Fortnightly

TAMEER-E-HAYAT

Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07

Fax : 0522-2741221
E-mail : nadwa@sancharnet.in

Vol. No. 49 Issue No.02

25 November, 2011

Almas TM
Lucknowi Libas

Classic Chikan Garments

اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ
لکھنؤ چکن ملبوسات کا قابل اعتماد نام

الماس
لکھنوی لباس

ہر موسم کے لئے زنانہ، مردانہ چکن گارمنٹس کا شاندار ذخیرہ
تھوک و پھٹکر

House of Chikan Garments, Designer's Collection, Ladies Tops & Kurties, Sarees, Dress Materials, Shawls Pashmina Scarves, Gents Kurtas, Sherwani, Girls & Boys Dresses....

ALMAS COTTAGE INDUSTRIES
Manufacturers, Exporters, Whole Sellers & Retailer's
SHOWROOM: Regency Awadh Bldg., Chowk, Gol Darwaza, Opp. Lohiya Park, Lucknow - 226003 U.P. (INDIA)
Tel.: 0522-4025367, 3235335 Email: almaslucknowilibas@gmail.com
FACTORY: ALMAS HOUSE, Plot No. 140-143, New Friends Colony, Sector-6, Janki Puram Ext., Lucknow - 226024 INDIA

Quba Awning
Demo Tent And Awining

ایم۔ کے۔ ملک

قبا اوننگ

مینوفیکچررس

ٹیررس اوننگ۔ ونڈو اوننگ = ڈوم اوننگ
فکس اوننگ۔ لان اوننگ۔ ڈیموٹینٹ

چندراول، (نزد سی آر پی ایف سینٹر) سروجنی نگر، لکھنؤ

Chandrawal (Near C.R.P.F. Group Center) Sarojni Nagar, Lucnknow
Tel : (W)0522-2817580 - (W)0522-2817759 - 0522-3211701
Mob.: 9335236026 - 9839095795 - E-mail: qubaawningup@yahoo.com

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ

خوشبودار عطریات

روغنیات، عرقیات، کولر پرفیوم، کار پرفیوم، روم فریشنر،
فلور پرفیوم، روح گلاب، روح کیوڑہ، عرق گلاب،
عرق کیوڑہ، اگربتی، ہربل پروڈکٹ

کی ایک قابل اعتماد دوکان :

ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں

تیار کردہ

اظہار سن پرفیومرس

اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ

برانچ: C-5، جنپتھ مارکٹ، حضرت گنج

IZHARSON PERFUMERS

H.O. : Akbari Gate, Chowk, Lucknow.
Tel : 0522-2255257 Mobile : +91-9415009102
Branch : C-5 Janpath Market, Hazratganj
Lucknow 226001 U.P. INDIA Cell 91-9415784932
E-mail : izharsonperfumers@yahoo.com

Designed By : Saleh Mahmood, Lko. Mobile : 8953394657 - 8687978740

Editor *Shamsul Haq Nadwi*, Printed & Published by *Athar Husain*
On behalf Majlis-e-Sahafat-wa-Nashriyat at Azad Printing Press Mahboob Building Nazirabad, Lko. Ph: 9415100085